قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام والامام محمد قاسم النانوتوی
بانی دارالعلوم دیوبند
اور اکابر امت کے علوم وافکار کا نقیب

ماہنامہ

ندائے دارالعلوم وقف دیوبند

NIDA-E-DARUL-ULOOM WAQF DEOBAND

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب دامت برکاتہم

دفتر ماہنامہ
ندائے دارالعلوم وقف دیوبند
ضلع سہارنپور، یوپی (انڈیا)

قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام والامام محمد قاسم النانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند

اور اکابر امت کے علوم وافکار کا نقیب

ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند

جلد نمبر ۱۶ | ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ مطابق اکتوبر ۲۰۲۴ء | شمارہ نمبر ۴

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

مدیر

مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی

نائب مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

ڈائریکٹر حجۃ الاسلام اکیڈمی دارالعلوم وقف دیوبند

شرح خریداری

فی شمارہ	۲۵/روپے
سالانہ علاوہ ڈاک خرچ	۲۵۰/روپے
سالانہ مع ڈاک خرچ	۳۲۵/روپے
تاعمر	۵۰۰۰/روپے

○ اس دائرہ میں سرخ نشان علامت ہے آپ کی مدتِ خریداری مکمل ہوچکی، رسالہ جاری رکھنے کے لئے دفتر سے رابطہ کریں۔

شائع کردہ : شعبۂ نشر واشاعت، دارالعلوم وقف دیوبند، سہارنپور (یوپی)

MONTHLY NIDA-E-DARUL ULOOM WAQF DEOBAND

SAHARANPUR (U.P.) INDIA PIN : 247554

Website: www.dud.edu.in / Email : nidaedarululoom@gmail.com

☆ مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ قانونی چارہ جوئی کا حق صرف مقامی عدالت کو ہوگا۔

اس شمارے میں

اداریہ

محاسبۂ نفس: سرمدی کامیابی کی کلیدی اساس	حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب	۴

مقالات و مضامین

مسئلہ فلسطین اور سلطان عبدالحمید ثانی	مولانا عتیق احمد بستوی	۶
دینی مدارس کے لئے ''لسان قوم'' کی اہمیت	پروفیسر محسن عثمانی ندوی	۱۰
تربیت وذہن سازی کا نبوی اسلوب	جناب محمد سلمان غازی	۱۳
حیوانات کے حقوق اوراحکام	مولانا امانت علی قاسمی	۱۸
پیغمبر اسلام اور مذہب اسلام کی شان...	مولانا محمد اسجد عقابی	۲۴
الیکٹرومیگنٹک اسپیکٹرم، موبائل فون اور انٹرنیٹ	ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی	۲۸
سورۂ کوثر کی آسان تفسیر	مولانا عبدالمتین	۳۴
فرشتوں کی دعاؤں کے مستحق...	مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی	۴۲
دارالعلوم دیوبند کے ایک گمنام عالم	مولانا طلحہ نعمت ندوی	۴۶
خمخانۂ قاسمی کا ایک جرعۂ نوش	مولانا نسیم احمد فریدیؒ	۵۱
علم کلام جدید	حکیم فخرالاسلام	۵۸

نقد و نظر

تعارف وتبصرہ	مولانا محمد اظہار الحق قاسمی	۶۰

خبرنامہ

احوال وکوائف	ادارہ	۶۳

ماہنامہ ''ندائے دارالعلوم'' دارالعلوم وقف کی ویب سائٹ پر بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ Website: www.dud.edu.in

نوٹ: خریدار حضرات رسالے سے متعلق ضروری معلومات کے لئے اوقات دفتر ۸ تا ۲ بجے رابطہ کریں +91 8439412767 +91 8439512767

اداریه

محاسبۂ نفس
سرمدی کامیابی کی کلیدی اساس

حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب مدظلہٗ ❖

فرد معاشرے کی اکائی ہے اور معاشرہ افراد کے اس مجموعہ کے عنصر ترکیبی کا عنوان ہے اسی لئے دین اسلام نے فرد کی اصلاح کی ذمہ داری کو خود احتسابی سے مربوط کر کے اصلاح معاشرہ کے ایک منظّم و منضبط نظام عمل کو متعارف کرایا ہے یہی وجہ ہے کہ فرد کی اصلاح ہی معاشرہ کے اجتماعی قویٰ اور کیفیات کو توازن قائم رکھنے کی اساس پر تاثیری قوت بخشتا ہے جس کا نقطۂ آغاز محاسبۂ نفس کی اہمیت کو سمجھنے سے ہوتا ہے اسی لئے اسلامی نقطۂ نظر سے محاسبۂ نفس یعنی خود احتسابی کی اہمیت وافادیت کو اساسات دین کے مرکزی عناصر میں شمار کیا گیا ہے تاکہ انسانی زندگی میں فرد سے لے کر اجتماعیت تک سطح بہ سطح حسن وتوازن اور نظم عمل کا نظام قائم رہ سکے اور یہی وہ بنیادی کلید ہے جو اخلاقیات کی سطح پر معاشرہ کو امن وعافیت اور بقائے باہم کی اصولی ضمانت فراہم کرنے میں معاون وممد ثابت ہوتی ہے کیونکہ صحبت صد رنگ میں جہاں ایک فرد کے حقوق کی مسلمہ اہمیت ہے وہیں اس پر قدم بہ قدم فرائض کی مسئولیت بھی عائد ہو رہی ہے گویا کہ ہر ایک فردِ بشر دوسرے تمام افراد کے ساتھ اس کی ملکیت وحقوق اور کارہائے منصبی کی اساس پر بہ شکل سلاسل ناگزیر ربط باہم سے اس طرح وابستہ و پیوستہ ہے کہ اس اصول اجتماعیت سے الگ رہ کر زندگی گزارنا تو بجائے خود ہے، اس کا تصور تک بھی سوہان روح ہے اسی لیے سنگین جرائم میں ماخوذ مجرموں کو قید تنہائی کی سزا دی جاتی ہے، جو اس حقیقت کی دلیل ہے کہ اجتماعیت سے مفارقت اور اکیلا پن انسان کی فطرت کے برخلاف ایک ایسی اذیت ناک کیفیت کا عنوان ہے جس کا ذہنی طور پر ایک صحت مند انسان زیادہ دیر تک متحمل نہیں ہوسکتا ہے اور اسی بنیاد پر سوسائٹی اور معاشرہ کو اسلام امت مسلمہ اور امت واحدہ کا عنوان دیتے ہوئے ایک جسم کی مانند قرار دیتا ہے، اسلامی فکر ونظر کا یہ وہ پہلو ہے کہ اسلام اپنے فرماں برداروں اور مطیعین کی خیر و بھلائی

❖ مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند
مدیر اعلیٰ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند

صلاح وفلاح رشد وہدایت کو غیر محسوس انداز میں نظم عمل کے ایک ایسے طریقے سے مربوط کردیتا ہے کہ اسلامی معاشرہ میں باعتبار دین و دنیا بہردو بنیادیں مستحکم ہونے لگتی ہیں، یہ ایک مسلسل عمل ہے جو ہر ایک ایسے انسان کو تحریک عمل کی تقویت بہم پہونچانے کا ذریعہ بنتا ہے، جو تعلیمات دین اسلام کی صداقت پر اقرار باللسان کی لازمی گواہی سے مزید ایک درجہ بلند ہوکر تصدیق بالقلب کی سطح پر پیدا ہونے والے داعیۂ قلب اور تحریک عمل کی بنیاد پر احکامات دین کی صداقت وشہادت پر غیر متزلزل یقین رکھتا ہو، موجودہ عہد میں جبکہ ابلاغ کی عمومیت نے فاصلوں کی وسعتوں کو بے معنی بنا کر رکھ چھوڑا ہے ایسے میں امت مسلمہ کے طبقۂ علماء پر یہ بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ عہد رواں کے نت نئے اور متنوع افکار ونظریات کی تشہیری مہمات کے نتیجہ میں تشکیل پانے والے دجالی عالمی نظام کا عمیق و وسیع اور تحقیقی تجزیہ سے ایمان شکن مضرات ونتائج کی جستجو کریں اور پھر اپنے نتیجۂ فکر کو فکر احتساب کا حصہ بنا کر اپنے ساتھ ساتھ اپنے حلقۂ اثر کی نوجوان نسل کے لیے قابل عمل فکری رہنمائی فراہم کیے جانے کا مخلصانہ جذبہ بھی اس میں شامل رکھیں۔ چنانچہ فرد و اجتماع بہردو مراحل پر فکر اسلامی کی روشنی میں عمل احتساب کی دوررس تاثیری اہمیت و ماہیت کو سمجھنے کے لیے سورۃ الحشر کی اس آیت کریمہ کی تشریح سے صرف مطالعاتی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ بالعزم والجزم ارادۂ عمل کی اساس پر معنوی واقفیت ضروری ہے جو محاسبۂ نفس کے عمل کی راہ کے لئے مہمیز ثابت ہوتی ہے، یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ. (۱) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ تمہارے اعمال سے خوب خبردار ہے، احتساب عمل کا خلاصہ یہ ہے انسان اپنے دن اور رات کے مشاغل سے فرصت پالینے کے اوقات میں سے بقدر انشراح تھوڑا سا وقت نکال لے اور ان لمحات میں ذہن کو تمام ضروری اور غیر ضروری افکار وخیالات سے فارغ کرکے بالکل مخلی بالطبع ہوکر اپنے نفس وروح پر اس آنے والے وقت موعود کے بارے میں سوچنے کی عادت ڈالے جس کی حتمی تعیین بغیر تقدیم وتاخیر کے زندگی کے کسی بھی ایک لمحے میں مقید ہے جو کہ ذات حق جل مجدہٗ کے علم ازلی اور علم غیب کا حصہ ہے اور جس کے بارے میں ذات حق جل مجدہٗ نے ہمیں از راہِ رحمت ونعمت لاعلم و بے خبر رکھا ہے۔ کچھ پتہ نہیں کہ وہ اگلا سانس یا اگلا لمحہ بھی ہوسکتا ہے جس کے بعد فکر وعمل کے تمام رابطے منتشر ہوکر بکھر جانے والے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ سوچنے کے لیے بس یہی ایک گذرنے والا لمحہ ہے جو ہمارے قبضے میں ہے اور ہمیں آئینۂ احتساب میں اپنے کل کی صورت حال کو دیکھنے اور سنورنے کی مہلت فراہم کررہا ہے اس آیت کریمہ میں ذات حق جل مجدہ نے اپنے لطف وعنایات اور رحمت بیکراں کے طفیل ہمیں محاسبۂ عمل پر

---

(۱) سورۂ حشر، آیت: ۱۸

ترغیبی وقفہ عطاء فرمایا ہے تاکہ ہم اپنے اعمال کا جائزہ لے کر سوچ سکیں کہ آنے والی حیات دائمی کے لئے ہمارے پاس کیا تیاری ہے، امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ایک انتہائی فکر انگیز اور جامع ترین قول ہے جو اس ناحیۂ فکر سے سنجیدہ غور وخوض کی طرف راغب کرنے کے لیے کافی ہے، فرماتے ہیں **حاسبوا قبل أن تحاسبوا**. (۱) اپنے نفس کا محاسبہ کرلو اس سے قبل کہ تمہارا محاسبہ ہو، اسی موضوع کے حوالے سے ایک حدیث سنن ترمذی میں روایت کی گئی ہے: **عَنْ أبی یَعْلَی شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ عن النَّبیّ** صلی اللہ علیہ وسلم **قَالَ: الکَیِّس مَنْ دَانَ نَفْسَهُ، وَعَمِلَ لِما بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَه هَواهَا، وتمَنَّى عَلَى اللَّهِ**. (۲) عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور وقت کے رہتے موت کے بعد آخرت کے لئے عمل کرلے، جبکہ وہ شخص احمق اور عاقبت نااندیش ہے جس نے اپنی خواہشات کی پیروی میں فرصت عمل کے لمحات کو ضائع کردیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے امیدیں باندھے رکھے) صوفیائے عارفین کی مجالس میں ایک قول بڑا مقبول ومعروف ہے، جو کہ استنادی بحث سے قطع نظر اپنے ہمہ گیر وہمہ جہت معنی ومفہوم کے اعتبار سے زندگی کی ایک اہم ترین حقیقت کو منکشف کرنے والا چشم کشا بیانیہ ہے: **من عرف نفسه فقد عرف ربه** (۳) جس نے احتساب نفس کے نتیجہ میں کامیابی کے مراحل طے کرتے ہوئے اپنی معنوی حقیقت کو پالیا گویا اس نے اپنے رب کی نعمت ورحمت کے ادراک تک رسائی پالی ہے جس سے ثابت ہوا کہ احتساب نفس کی تاثیری قوت قلب سے لے کر مقلب القلوب کی بارگاہِ عالی تک مؤثر ہے یا بالفاظ دیگر عالم خلق سے لے کر عالم امر تک اثر انداز ہوتی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ آخرت کی سرمدی اور دائمی زندگی کی منفعت وکامیابی یا نقصان وخسران کا مدار انسان کے آج پر اور آج کے اپنے فکر وعمل پر دائر ہے جس کی خشت اساس محاسبۂ نفس یا احتساب عمل پر قائم ہے، بخاری شریف کی پہلی حدیث **انما الاعمال بالنیات** (۴) کے سریع التاثیر الفاظ بھی اسی حقیقت وماہیت کی جانب مشیر ہیں جس کا مختصر ترین تشریحی خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان کی نیت درست ہوتی ہے تو اس کی حقیقت سنور جاتی ہے جب حقیقت سنورتی ہے تو اس کا عقیدہ نکھر جاتا ہے اور جب عقیدہ میں نکھار آتا ہے تو اس کے اعمال آراستہ ہوجاتے ہیں اور اسی آراستگی اعمال کا نام انسانیت ہے چنانچہ نیت کو نفس کی قید سے آزاد رکھنے کے لیے احتساب کا عمل ہی کامیابی کی کلید ہے جس کے مؤثرات فرد کی اکائیت سے لے کر افراد کی اجتماعیت تک یکساں طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

(۱) محاسبۃ النفس لابی الدنیا، ص:۴۴

(۲) سنن ترمذی، حدیث: ۲۴۵۹

(۳) کتاب الحاوی للفتاویٰ، جلال الدین سیوطیؒ، ج ۲، ص: ۲۸۸

(۴) صحیح بخاری، حدیث: ۱، ۵۴، مسلم شریف ۱۹۰۷

مقالات و مضامین
قسط (۴)

مسئلہ فلسطین اور سلطان عبدالحمید ثانی

مولانا عتیق احمد بستوی ❖

یہودی کی حریصانہ ذہنیت

سلطان عبدالحمید ثانی نے اپنی سیاسی ڈائری میں خدشہ ظاہر کیا ہے کہ اگر فلسطین میں یہود کو آباد ہونے کی اجازت دیدی جائے تو وہ بہت جلد فلسطین کی ساری دولت اور ذرائع آمدنی پر قبضہ کرلیں گے، سلطان کا یہ خدشہ تاریخ کے گہرے مطالعہ پر مبنی ہے، اس کی زندہ مثال امریکہ ہے۔ یہود یہاں اقلیت میں ہیں لیکن ملک کے اکثر کلیدی عہدوں اور صنعت، حرفت، تجارت، نشرواشاعت، ذرائع ابلاغ پر ان کا قبضہ ہے۔ امریکہ کا ایک بہت بڑا صنعت کار، تاجر، سرمایہ دار، ہنری فورڈ گزرا ہے، اس نے کہ محسوس کیا کہ ملک کے بڑے یہودی سرمایہ دار مختلف طریقوں سے ملک کی دولت پر اپنا قبضہ جما رہے ہیں اور مختلف طریقوں سے دوسروں کو بے دخل کررہے ہیں، اس نے دنیا بھر میں خصوصاً امریکہ میں یہود کے خفیہ سرگرمیوں اور خطرناک سازشوں کا گہرا جائزہ لینے کے لئے ملک کے بڑے بڑے محققین اور مصنفین کا ایک بورڈ قائم کیا، ان لوگوں نے اپنی بحث وتحقیق اور مطالعہ کا نچوڑ ایک کتاب کی شکل میں پیش کیا جو عربی میں بھی ''الیہود العالمی'' کے نام سے شائع ہوئی، اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے دنیا کی دولت، تجارت، نشرواشاعت وغیرہ پر کس طرح اپنا قبضہ جمائے رکھا ہے۔ یہ کتاب حیرت انگیز انکشافات کا مجموعہ اور ایک دھماکہ ہے، اس کتاب کا مطالعہ کرکے سلطان عبدالحمید ثانی کے خدشہ کی تصدیق ہوتی ہے۔

ولایات متحدہ امریکہ کا جب دستور مرتب کیا جارہا تھا، اس موقع پر مشہور امریکی صدر بنیامین فرانکلین نے ایک تقریر کی جو امریکہ کے صوبہ بنسلافیا میں واقع شہر فیلادلفیا کے معہد فرانکلین میں محفوظ ہے۔ اس تقریر کا وہ حصہ جو یہود سے متعلق ہے یہاں نقل کرنا مفید ہوگا۔

''ولایات متحدہ امریکہ ایک بڑے خطرے سے دوچار ہے، وہ خطرہ یہود ہیں۔

❖ استاذ حدیث وناظم مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء، لکھنو

محترم حضرات! یہود جس سرزمین میں پہنچتے ہیں اس کا اخلاقی اور معنوی معیار پست ہوجاتا ہے اور تجارتی معاملات غیر شریفانہ ہوجاتے ہیں، یہود صرف اپنا مفاد دیکھتے ہیں، دوسرے لوگوں کے ساتھ معاملات میں ناانصافی کرتے ہیں، ان لوگوں نے مختلف ممالک کے مالیات کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی، جیسا کہ پرتگال اور اسپین میں ہوچکا ہے۔

بزرگانِ گرامی! یہود سترہ صدی پہلے اپنے آبائی وطن سے نکالے جانے کی وجہ سے اپنے غم انگیز انجام کا رونا رو رہے ہیں۔ اگر دنیا فلسطین کو یہودیوں کی ملکیت بنا کر ان کے لئے پیش کرے تو انہیں فلسطین کی طرف واپس ہونے کے قومی اسباب مل جائیں گے، کیوں کہ یہ لوگ دوسرے کا مال لوٹ کھسوٹ رہے ہیں، یہ لوگ آپس میں زندگی نہیں گزار سکتے بلکہ ان کے لئے مسیحیوں اور دوسری قوموں کے ساتھ زندگی گزارنا ضروری ہے جو ان کی ہم جنس نہیں ہیں، اگر یہود کو امریکہ کے دستور کے نصوص کے بہ موجب نہیں نکالا گیا تو آئندہ سو سال میں بڑی تعداد میں ہمارے شہروں میں آئیں گے اور یہاں کے حاکم و ذمہ دار بن جائیں گے اور ہماری اس حکومت کا ڈھانچہ بدل دیں گے، جس کے حصول کے لئے ہم امریکیوں نے اپنا خون، جانیں، مال اور اپنی آزادیاں قربان کیں۔ اگر یہود کو ہمارے ملک سے دو سال کے دوران نہ نکالا گیا تو ہمارے بچے یہود کو آسودہ کرنے کے لئے کھیتوں میں کام کریں گے اور یہود محلوں میں بیٹھے خوشی و مسرت سے تالیاں بجائیں گے۔

اے رہنماؤ! میں تمہیں چوکنا کرتا ہوں اور تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم یہود کو امریکا سے دائمی طریقہ پر نہ نکالوگے تو تمہارے لڑکے اور پوتے پڑپوتے تمہاری قبروں پر جاکر تم پر لعنت کریں گے۔

یہود ان اقدار و روایات سے مزین نہیں ہوسکتے جن سے ہم امریکی مزین ہیں، خواہ وہ ہمارے درمیان دس پشتیں گزار لیں، چیتا اپنی کھال کا رنگ نہیں بدل سکتا، اگر یہود کو امریکہ میں آنے دیا گیا تو وہ لوگ ہمارے لئے بڑا خطرہ ثابت ہوں گے اور ہماری اجتماعی قدروں کو پامال کردیں گے، اس لئے ضروری ہے کہ یہود کو دستور کے رو سے امریکہ سے نکال دیا جائے۔(۱)

ہرٹزل سلطان عبدالحمید ثانی کے دربار میں

سلطان عبدالحمید ثانی کے نقطۂ نظر اور موقف کی وضاحت کے بعد آپ ملاحظہ فرمائیں کہ صہیونیوں نے سلطان کو مسخر کرنے کے لئے کس قدر کوششیں صرف کیں، ہرٹزل نے سلطان عبدالحمید ثانی سے کم از کم دو بار ملاقات کی اور مراسلت کا سلسلہ برابر جاری رکھا، سلطان کی ڈائری سے جو اقتباس اوپر درج کیا گیا وہ ۱۸۹۵ء کا تحریر کردہ ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بال کانفرنس (منعقدہ ۱۸۹۷ء) سے پہلے ہی ہرٹزل سلطان عبدالحمید ثانی سے رابطہ قائم کرچکا تھا اور انہیں یہودی ریاست کے منصوبہ سے متفق کرنا چاہتا تھا، اب ملاقاتوں کا حال سنئے۔

---

(۱) حقیقة الیهود، ص:۶۳-۶۴، المخططات، ص:۱۳۷

''تیودور ہرٹزل عرصۂ دراز سے سلطان عبدالحمید ثانی سے ملاقات کا خواہش مند تھا، آخرکار فامبری (دیمبری) کے توسط سے جو سلطان اور ہرٹزل دونوں کا دوست تھا، ملاقات کا وقت لینے میں کامیاب ہوگیا۔ ۱۷؍مئی ۱۹۰۱ء میں سلطان سے ملاقات کا وقت طے ہوگیا، فامبری نے ملاقات سے پہلے ہرٹزل کو ایسے موضوعات پر گفتگو کرنے سے سختی سے منع کیا تھا جو سلطان کے لئے گرانی اور ناگواری کا باعث ہوں، فامبری نے صہیونیت کے بارے میں گفتگو کرنے سے سختی سے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ بیت المقدس ان کی نظر میں مکہ ہی کی طرح مقدس ہے، مقررہ دن ہرٹزل موسیٰ لیفی (جو ترکی میں یہود کا بڑا مذہبی پیشوا تھا) کے ہمراہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس مجلس میں ہرٹزل نے سلطان کو مائل کرنے اور ہمدرد بنانے کے لئے عرض کیا: میں اپنے آپ کو سلطان معظم کی خدمت کے لئے وقف کرتا ہوں کیوں کہ آپ یہود کے بڑے محسن ہیں اور سارے عالم کی یہودی برادری آپ کی احسان مند ہے، میں خاص طور پر جہاں پناہ کی ہر خدمت خصوصاً بڑی خدمات انجام دینے کے لئے تیار ہوں، بڑی خدمات سے مراد یہ ہے کہ سلطنت عثمانیہ کی بگڑی ہوئی اقتصادی صورت حال کو سنبھالنے اور قرضوں کی ادائیگی (جن کی مقدار تقریباً پندرہ لاکھ جنیھہ ہے) کے لئے مالی خدمات کی انجام دہی اور یورپ میں ترک نوجوانوں کی تنظیم کے اخبار ورسائل کے خلاف جو حملے کر رہے ہیں ان کو بند کرنا، اس کے بعد ہرٹزل نے اپنا اصل مدعا بیان کیا کہ صہیونی تحریک فلسطین میں یہود کے لئے ایک پناہ گاہ بنانا چاہتی ہے۔ موسیٰ لیفی بھی اس رائے کی تائید کرنے لگا۔ سلطان نے غضبناک ہوکر اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا: میرا خیال ہے کہ تمہاری قوم کے لوگ ہمارے ممالک میں خوش حالی، امن وانصاف کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں، کیا تمہیں کوئی شکایت ہے؟ یا تمہاری قوم کے ساتھ کوئی غیر منصفانہ برتاؤ ہوتا ہے جس سے ہم واقف نہیں؟ سلطان عبدالحمید کا معاصر ترکی مؤرخ جواد رفعت آتلخان لکھتا ہے کہ حاخام موسیٰ لیفی نے ڈرتے ہوئے جواب دیا: استغفر اللہ۔ آپ کے سایۂ عاطفت کے طفیل ہم لوگ پوری خوش حالی میں ہیں، حاشا کلا ہمیں کوئی شکایت نہیں۔ ہم صرف اتنا چاہتے ہیں کہ ہماری قوم جو ساری دنیا میں منتشر ہے آپ کے زیر سایہ صاحب وطن ہوجائے تاکہ وطن میں آپ کا شکر ادا کرے اور درازی عمر کی دعا کرے۔ سلطان نے جھڑکتے ہوئے جواب دیا: تم لوگوں کے لئے اب تک جو کچھ کیا گیا اس سے زیادہ کرنا میرے لئے ممکن نہیں، تم لوگ ملک کے دوسرے باشندوں کی طرح ہمارے ملکوں کے تمام وسائل سے فائدہ اٹھاتے ہو، جن ممالک کا چپہ چپہ اور ہر بالشت آباء واجداد کا قیمتی خون خرچ کرکے ہمیں ملا ہے، ہم اس سے زیادہ خون دئے بغیر اس کا ایک بالشت کم نہ ہونے دیں گے۔ سلطان نے یہ بھی کہا کہ میں ملک کے تمام باشندوں کے ساتھ منصفانہ برتاؤ اور مساوی سلوک دیکھنا چاہتا ہوں، لیکن فلسطین جسے ہمارے بڑے اجداد نے قیمتی خون دے کے فتح کیا ہے، اس میں یہودی حکومت کے قیام کو میں کسی قیمت پر برداشت نہیں کرسکتا۔ (۱)

---

(۱) المجتمع، شمارہ: ۳۸۱، یکم صفر ۱۳۹۸ھ، ص: ۱۸، أوقفوا هذا السرطان، ص: ۱۱۹-۱۲۰

(۲) المجتمع، شمارہ نمبر ۳۵۹، ۴؍شعبان ۱۳۹۷، ص: ۱۸

سلطان عبدالحمید ثانی کے صاف دوٹوک جواب کے بعد بھی ہرٹزل مایوس نہیں ہوا، اس نے اپنی کوشش جاری رکھی۔ قصر سلطانی کے اہم لوگوں سے مل کر انہیں ہموار کر کے سلطان کو راضی کرنا چاہا اور خط و کتابت کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔ شیخ طہ الولی ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ: ''مشہور انگریز صحافی کریسی نے ترکی اخبار اقشام میں لکھا ہے: ڈاکٹر ہرٹزل اس دور میں ویانا کے اکبار نیوفری میں ادبی حصہ کے ایڈیٹر تھے۔ انہوں نے گہرے رنج وغم سے بیان کیا کہ شہنشاہ جرمنی اور ولی عہد وبیلوف جب فلسطین کے دورے پر گئے تھے تو میں بھی ان کی رفاقت میں تھا، ولی عہد نے مجھے سلطان عبدالحمید کی خدمت میں پیش کرنے کا عہد کیا تھا، لیکن انہوں نے مجھے دھوکا دیا، جب آستانہ پہنچے تو ولی عہد دوبیلوف نے عزت پاشا سے میرا تعارف کرانے پر اکتفا کیا۔ عزت پاشا صہیونی مسئلہ کو سنتے ہی لطف وسرور کے دریا میں غرق ہوگیا اور اس نے تصور کیا کہ صہیونی مسئلہ سونے کا پرنالہ ہے۔ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد ہرٹزل نے مجھ سے کہا کہ سلطان سے اس کی ملاقات کرانے کی سعی کروں۔ چنانچہ میں نے ہرٹزل کے مسئلہ میں ذاتی دلچسپی لینے کا وعدہ کیا۔ خصوصاً اس لئے کہ یہ مسئلہ ان مقاصد کے لئے مضر نہیں تھا جس ے حاصل کرنے کی جدوجہد میں میں مصروف تھا۔ میں نے بڑی ہمت وشجاعت کے ساتھ یہ کام شروع کیا، ابتداء میں مجھے بڑی صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر شیخ الاسلام جمال الدین آفتنی (جن سے میرے گہرے روابط تھے) کا تعاون نہ ملتا تو میں اپنی مساعی میں کامیاب ہونے سے مکمل طور پر مایوس ہوجاتا۔ شیخ الاسلام جمال الدین نے ہرٹزل کی تحریریں اور تجویزیں سلطان کی خدمت میں پیش کرنے کا دشوار کام اپنے ذمہ لیا۔ یہ تجاویز بڑی حیرت انگیز تھیں، مثلاً دنیا بھر کے مظلوم وپریشانی یہود کو فلسطین میں پناہ دینے کی شکل میں صہیونی وعدہ کرتے ہیں کہ سلطنت عثمانیہ پر واجب تمام قرض جس کی مقدار تین کروڑ تیس لاکھ پونڈ (۳۳۰۰۰۰۰۰) برطانوی لیرہ ہے ادا کریں گے اور سلطنت عثمانیہ کے ممالک کی دفاع کے لئے ایک مکمل بحری بیڑہ تیار کرانے کا بھی وعدہ کرتے ہیں، اسی اثناء میں ہرٹزل نے فوج کو مسلح کرنے کے لئے دس لاکھ فرنگ قرض دینے کا بھی وعدہ کیا، لیکن مساعی ناکام ہوگئیں۔ (۲) اس کے علاوہ اور بھی متعدد بار وزراء اور عہدہ داران کے توسط سے سلطان سے ملاقات کرنے اور اپنے منصوبہ پر سلطان کو راضی کرنے کی کوشش کی، لیکن ہر بار ناکامی ہوئی، ہرٹزل نے جن لوگوں کا تعاون حاصل کرنے کی کامیاب یا ناکام کوشش کی، ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ چند کے نام ہیں، امریکی وزیر ستراوس، لاہانی کانفرنس میں ترکی کا نمائندہ نوری بک، عزت بک، صدر اعظم سعید پاشا۔

قسط (۴)

دینی مدارس کے لئے ’’لسان قوم‘‘ کی اہمیت

(وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه)

پروفیسر محسن عثمانی ندوی❖

ہندوستان کی سرزمین میں علماء اور صلحاء مصلحین اور مجددین کی تعداد کم نہیں ۔ان کے روشن کارنامے ہیں ۔لیکن ان کارناموں سے مسلمانوں کا مستقبل روشن نہیں ہوسکتا۔ یہ اس لئے کہ ان بزرگوں کے سارے کام تحفظ دین کے دائرے میں آتے ہیں ان کو وہ پیغمبرانہ مشن نہیں قرار دیا جاسکتا جس کا ذکر اللہ کی کتاب قرآن مجید کے صفحات میں پھیلا ہوا ہے اور جس کے کچھ نمونے اس مضمون کے صفحات میں بھی موجود ہیں اور جو آخری پیغمبر حضور اکرم ﷺ کی زندگی کا مشن تھا جو کہتا تھا کہ میں تمہاری کمر پکڑ کر جہنم کی آگ سے تمہیں بچانا چاہتا ہوں اور تم بار بار میرے ہاتھ سے پھسل جاتے ہو۔

اسلامی نقطہ نظر سے شرک اور اصنام پرستی کے سب سے بڑے قلعہ میں توحید کی اذان دینا علماء اسلام کی اولین ذمہ داری ہے اور یہ لسان قوم پر طاقت ور گرفت کے بغیر ممکن نہیں ہے، دینی مدارس کے ذمہ داروں کو اس صورت حال پر سنجیدگی سے غور وفکر کی ضرورت ہے سیکڑوں کی تعداد میں ہندی زبان، مقامی زبان اور انگریزی زبان کے ادیب اور خطیب کو ملک کے چپے چپے میں پھلا دینے کی ضرورت ہے یعنی ایسے خطیب جو اسلامی موضوعات پر غیر مسلم سوسائیٹی میں غیر مسلموں کی زبان میں لکچر دے سکیں۔ رسالوں اور اخبارات میں مضامین لکھ سکیں، ان کی ایسی ٹریننگ ہو کہ وہ ایک طرف تو طاقتور انداز میں توحید کی دعوت دیں دوسری طرف معبودان باطل کو برا بھی نہ کہیں کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ایک طرف وہ دیومالائی قصوں سے، علم الاساطیر سے Hindu Mythology سے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں سے اور ان کے معتقدات سے پورے طور پر آشنا ہوں غیر مسلموں کی مذہبی کتابوں کا انہوں نے مطالعہ کیا ہو، دوسری طرف زبان کی احتیاط ہو، استہزاء سے گریز ہو، قرآن کی آیتیں غیر مسلموں کو تجوید کے ساتھ سنائی جائیں اور ان کا ترجمہ بتایا جائے منطقی استدلال ہو شرافت اور حسن اخلاق کا نمونہ پیش کیا جائے ، سیرت کے اجتماعات منعقد کئے

❖ سابق پروفیسر جے این یو، دہلی

جائیں ہندی زبان میں، لسان قوم میں موثر انداز میں تقریر کرنے والوں کی ٹیم موجود ہو اور یہ پیغمبرانہ مشن مختلف زبانوں میں پورے ملک میں برپا کیا جائے۔ کئی ادارے تبلیغ اور دعوت کی ٹریننگ دینے کے لئے وجود میں آئے ہوں جہاں لسان قوم کے ذریعہ دعوتی تقریروں کی مشق کرائی جاتی ہو، یہ ملک ایک زمانہ سے اس کام کا منتظر ہے، کئی سو سال کی تاخیر ہو چکی ہے، لیکن غفلت کی نیند سے دینی مدارس بیدار ہونے کے لئے تیار نہیں۔ ملک آتش فشاں کے دہانے پر پہونچ چکا ہے کشمکش اور کشاکش اپنے عروج پر ہے، خطرہ کی گھنٹیاں بج رہی ہیں، دینی مدارس کی تعداد بہت ہے، لیکن کہیں حالات کا شعور اور احساس نہیں۔ سچ پوچھئے تو قدم قدم پر دار الافتاء اور دار القضاء کی ضرورت اتنی زیادہ نہیں ہے جس قدر مقامی زبانوں میں اسلامی موضوعات پر لکچر اور لکچر ہال کی ضرورت ہے، مکی زندگی میں ہر مسلمان داعی تھا ہر گھر دعوت کدہ تھا لیکن اب توحید اور شرک کے درمیان ''دوستانہ تعلقات'' قائم ہو چکے ہیں مسجد اور مندر کے درمیان کوئی مخاصمت باقی نہیں ہے بلکہ اب مسجدیں مسمار کی جارہی ہیں اور ان کی جگہ پر مندر تعمیر ہو رہے ہیں یہ سب نتیجہ ہے پیغمبرانہ مشن سے دست بردار ہو جانے کا، یہ سزا ہے جو مسلمانوں کو دی جارہی ہے، مسلم پرسنل لا کو بھی ختم کیا جارہا ہے، اسلام کی حفاظت کسی تنظیم سے کسی بورڈ سے اب ممکن نہیں ہے، اسلامی مشن کو دوبارہ شروع کرنا اور اس گاڑی کو جو پٹری سے اتر گئی ہے دوبارہ پٹری پر ڈالنا اس امت کا مشن ہونا چاہئے اور دینی مدارس کو اور مختلف تنظیموں کو اس میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے، آخر وہ پیغمبرانہ مشن کیا ہے اور کیوں برپا ہوا ہے جس ذکر قرآن میں بار بار آیا ہے اور جس پر کھڑے ہونے کا مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے اور اسلام کی بقا اب جس پر منحصر ہے اور اسلامی تہذیب کا یہ بوسیدہ گھر جس کے بغیر گرا چاہتا ہے جس طرح اسپین میں گر چکا ہے، یہ مشن ہے لسان قوم میں قوم کو توحید اور رسالت اور آخرت کے عقیدہ کی دعوت دینا، اور اس گھر کو گرنے سے کوئی چیز اگر بچا سکتی ہے تو وہ بت خانہ میں توحید کی اذان دینا ہے:

یہی جان ڈالے گی باغ کہن میں ۞ اسی سے بہار آئے گی اس چمن میں

ہمارے بہت سے عقلاء، ماہرین تعلیم اور ارباب دانش وبینش جب دینی مدارس کے نصاب تعلیم پر گفتگو کرتے ہیں تو صرف یہ کہتے ہیں کہ نئے عصری علوم کو بھی داخل نصاب کرنا چاہئے، قدیم اور پیچیدہ عبارتوں والی کتابوں کی جگہ نئی اور آسانی کے ساتھ سمجھ میں آنے والی کتابوں کو کورس میں داخل کرنا چاہئے، یہ مشورہ بھی عام طور پر دیا جاتا ہے کہ دینی مدارس میں تدریس کے جدید عصری ذرائع و وسائل کو اختیار کرنا چاہئے اور جدید ٹکنولوجی کو قبول کرنا چاہئے، زبان میں مہارت حاصل کرنے کے لئے جو نئے طریقے اختیار کئے جاتے ہیں ان سب کو اپنانا چاہئے الغرض زمانہ کے ہم قدم اور ہم رکاب بننے کی کوشش کرنا چاہئے۔ یہ

سارے مشورے درست ہیں لیکن ہمارا مشورہ اور فکر وخیال کچھ اور ہے:

اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے ۞ عشق کے دردمند کا طرز کلام اور ہے

میرا پیام یہ ہے کہ قرآن مجید کے صفحات میں تمام انبیاء کرام کا پیغام اور مشن جو پھیلا ہوا ہے اور جس کے کچھ نمونے ان صفحات میں بھی دئے گئے ہیں اور جس کا نچوڑ توحید کی دعوت اور معبودان باطل کا انکار ہے، دینی مدارس کے فارغین کو چاہئے کہ اس مشن کو زندہ کریں اس کے بعد ہی وہ وارثین انبیاء کہلانے کے مستحق ہوں گے اور اس مشن کو زندہ کرنے کے لئے انہیں ''لسان قوم'' پر عبور حاصل کرنا ہوگا اور تعلیم کے دوران دینی اور اسلامی موضوعات پر تقریر اور تحریر کی مشق کرنی ہوگی تاکہ بعد میں وہ پیغمبرانہ مشن کو زندہ کرنے کے لئے میدان میں اتر سکیں، اگر دینی مدارس اس کام کا بیڑا نہیں اٹھاتے ہیں تو وہ دینی مدارس نہیں ہیں۔ دراصل اس وقت ایسے وارثین انبیاء کی ضرورت ہے جو پیغمبر کے غم کو اپنا غم بنالیں۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ دینی مدارس سے اس وقت جو فارغ ہوکر نکلتے ہیں ان میں سے اکثر ضائع ہوجاتے ہیں لیکن ان میں کچھ اچھے عالم اور خطیب اور مصنف بھی بن جاتے ہیں اور ان میں جن کو اہل اللہ کی صحبت میسر آجاتی ہے وہ مقامات تصوف بھی طے کرلیتے ہیں اور ذاکر وشاغل بن جاتے ہیں لیکن کسی بھی مدرسہ کا فارغ پیغمبرانہ مشن کو لے کر کھڑا نہیں ہوتا ہے جو سب سے بلند مقام ہے جس کے بغیر دنیا میں اسلام کا غلبہ نہیں ہوگا اور یہ مشن صدیوں سے بند ہے اور جن لوگوں کو پیغمبرون کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے یہ مشن لے کر کھڑا ہونا تھا ان کو اس کا خیال تک نہیں ہے اور ان مصلحین امت کو بھی اس کا خیال نہیں آیا جنہوں نے مسلمانوں کی فکر تو کی لیکن بندگان خدا کی فکر نہیں کی اور ''اخرجت للناس'' کا منصبی تقاضہ ان کی آنکھوں سے اوجھل رہا۔ اس منصبی تقاضہ کو پورا کرنے کے لئے پہلے برادران وطن سے غیرسگالی کے تعلقات ضروری ہیں ان کو اسلام اور مسلمانوں سے مانوس کرنا ضروری ہے جس کا خیال مولانا ابوالحسن علی ندوی کو آیا اور انہوں پیام انسانیت کی تحریک شروع کی۔ مسلم اداروں کے ذمہ داروں کو اور سرکردہ شخصیتوں کو غیرمسلموں سے تعلقات قائم کرنا چاہئے اور ان کو اسلامی اخلاق سے متاثر کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جماعت اسلامی ہند نے غیرمسلموں کو مسجدوں میں لانے اور ''مسجد پریچے'' کی جو تحریک شروع کی ہے وہ دعوتی شعور کی آئینہ دار ہے۔ ہرشہر اور محلّہ میں مذہبی تعلیم یافتہ مسلمانوں کو حسن اخلاق اور خدمت خلق سے برادران وطن کو قریب کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور شہر کے مسلم دشمن ناپسندیدہ عناصر کے شر سے محفوظ رہنے کی دفاعی تدبیریں بھی اختیار کرنی چاہئیں۔

۞......۞......۞

تربیت وذہن سازی کا نبوی اسلوب

جناب محمد سلمان غازی

عام حالات میں کسی انسان کی تربیت کے اثرات ایک یا دونسلوں تک باقی رہتے ہیں لیکن یہ بھی جناب نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مختصر عرصے میں امت کی ایسی تربیت فرمائی کہ اس کے اثرات آج تک باقی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قریش مکہ اور مدینہ منورہ کے انصار پر مبنی پہلی بار مسلمانوں کی ایک قوم بنی۔ تاریخ گواہ ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے عربوں میں قریش کو اور یثرب میں انصار کو ایک اہم دینی مقصد کے لئے چنا تھا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی تربیت اور حکمت عملی نے ان کے اذہان کو ایسا صیقل کردیا کہ اُن جیسی شخصیات پھر نہ کبھی پیدا ہوئیں اور نہ پیدا ہونے کا امکان ہے البتہ ہر امتی ان کے نقش قدم پر چل کر اپنی دنیا اور عاقبت دونوں سنوار سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے فرمایا گیا: میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاجاؤگے۔

نبوت کے بعد کے مختصر سے عرصے میں جن مصائب اور پریشانیوں کا سامنا آپ ﷺ نے کیا وہ اگر کسی عام انسان کے سامنے آتیں تو اس کا امکان ہی نہیں تھا کہ وہ اس میں ایک مثبت رخ اختیار کرتے ہوئے نکل سکتا۔ ہجرت کے بعد یوں تو کفار کے ساتھ کئی جنگیں مسلمانوں نے لڑیں لیکن دو مسائل ایسے تھے جس سے مقابلہ سخت تھا ایک یہودی اور ان کی سازشیں اور دوسرے منافقین۔ یہودی ویسے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے مدینے میں آباد تھے لیکن ان ہزاروں سالوں میں روم یا بابل کی سلطنتوں کے خلاف ان کی لڑائی کی کوئی روایت نہیں ملتی۔ حتیٰ کہ انہوں نے کسی عرب قبیلہ کے خلاف بھی کبھی تلوار نہیں اٹھائی لیکن اسلام کی آمد انہوں سخت ناگوار گذری اور وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے خلاف سازشوں میں مشغول ہوگئے۔ اس کے برخلاف کفار مکہ حملہ آوروں میں تھے اس لئے ان کی سرکوبی ضروری تھی جبکہ یہود اور منافقین ظاہری طور پر مسلمانوں کے ساتھ تھے لیکن سازشوں کے ذریعے نور توحید کو بجھانے کی کوششوں میں سرگرداں تھے۔

جب غزوۂ احزاب کے اتحادیوں کی فوجیں بدحواسی کے عالم میں فرار ہو رہی تھیں تو رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب سے فرما رہے تھے کہ مشرکین اب دوبارہ مدینہ پر فوج کشی کی ہمت نہ کریں گے اور اب

❖ ڈائریکٹر اقرا ایجوکیشنل فاؤنڈیشن ممبئی

’’ہم پیش قدمی کریں گے‘‘، جس طرح سے آپ ﷺ نے کفار مکہ کو تین جنگوں کے بعد زیر کرلیا تھا بالکل اسی طرح یہودیوں کو بھی زیر کیا جاسکتا تھا۔ لیکن آپ ﷺ نے ان سے جنگ کے بجائے معاہدے کئے۔ اس میں ایک حکمت یہ تھی کہ اگر وہ معاہدوں کی خلاف ورزی کریں گے تو الزام انہیں کے سر جائے گا اور اگر وہ ثابت قدم رہے تو مسلمانوں کے امن کے ساتھ اپنی اقتصادیات کو بہتر بنانے کا موقع ملے گا۔ ہجرت کے نتیجے میں جب بہت سے وہ صحابہؓ بھی مکہ چھوڑ کر چلے گئے تھے جن کی تجارت سے مکہ کی اقتصادی ترقی قائم تھی اور ہجرت سے مکہ کی اقتصادیات کو زبردست دھکا لگا تھا جو تین جنگوں کے کثیر اخراجات کے سبب چرمرانے لگی تھی۔

اپنے اس عمل سے دراصل اپنی امت کو پیغام دیا کہ جب تک کوئی تم پر حملہ آور نہ ہو اس وقت تک اس سے جنگ نہ کی جائے، یہی نہیں بلکہ دوسرے طریقوں سے بھی دشمن کو زیر کرنے کی کوشش کی جائے۔ جہاں تک ممکن ہو جنگ سے گریز کیا جائے خواہ اس میں آپ کو ایک قدم پیچھے ہی کیوں نہ ہٹنا پڑے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے معاہدہ میں رسول اللہؐ نے کفار کی ناروا شرطیں بھی مان لی تھیں اور ایک خونیں جنگ کے امکان کو ختم کر کے بے مثال رحم دلی کا مظاہرہ فرمایا تھا۔ اس عمل میں امت کے لئے اختلافات سے بچنے کا ایک عمدہ پیغام امن ہے۔ کلام اللہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ** (۱)

تمہارے لئے اللہ کے رسول (کی سیرت) میں ایک عمدہ نمونہ موجود ہے

کاش ہمارے سیاسی قائدین میں سیرت طیبہ کے مطالعے کا ذوق پیدا ہو جائے۔

ابن خلدون نے ابوالفرج اصفہانی (کتاب الاغانی) کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ یثرب میں یہود کی آمد سے بہت پہلے عمالقہ اس بستی کے اولین باشندے تھے عمالقہ کے قبائل بنی نعیف اور بنی سعد، بنی ازرق اور بنی نطرون یثرب میں رہتے تھے اور ’’شر اور فساد سے بھرے ہوئے تھے‘‘، جبکہ انصار یثرب آمد کے موقعہ پر مشرک نہیں بلکہ موحد اور تبع حارثہ بن ثعلبہ کے پیروکار تھے اور اسی لئے دیگر عرب مشرک قبائل کے برعکس یہود نے انہیں یثرب میں قیام کی اجازت دے دی تھی۔ لیکن اوس اور خزرج کی آپسی دشمنی نے انہیں کمزور کردیا تھا جس کا راست فائدہ یہودیوں کو پہنچ رہا تھا لیکن وہ چونکہ صالح ذہن کے مالک تھے اس لئے اوس اور خزرج دونوں کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ برسوں سے چل رہی جنگ ان کے مفاد میں نہیں تھی اور انہیں برادرکشی کے بجائے تعلقات کو استوار کرنے کی ضرورت تھی اور یہی ضرورت انہیں مکہ لے گئی جہاں انہوں نے بیعت عقبہ اولیٰ کے لئے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کا عزم کیا۔ اور یہ بیعت مثبت احکامات پر مبنی عمل کی دعوت

(۱) القرآن۔ الاحزاب ۳۳:۲۱

تھی۔ یہ احکامات اتنے واضح اور دلکش تھے جس میں صرف بھلائی اور ہمدردی، رحم وکرم پر مبنی ایک صالح معاشرے کی بنیاد رکھنے کی طرف دعوت دی گئی تھی۔ پھر اس کے بعد یثرب کے ان اشخاص کی تعلیم وتربیت کے لئے قریشی نوجون کو منتخب کیا جس نے چند ماہ میں یثرب کے ہر گھر کو ایک مدرسہ بنا دیا۔ غور فرمایئے کہ اس تہذیبی انقلاب کو لانے والا وہ شخص تھا جس نے فرمایا: **انما بُعثتُ معلما** (میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں)

اس بیعت میں سبقت حاصل کرنے والے یثرب کے نوجوان صحابی اسعدؓ بن زرارہ تھے جنہوں نے مدینہ میں جمعہ کی نماز قائم کی اور پہلی جمعہ کی نماز پڑھائی۔ جو اس نئے عہد کا آغاز بن گیا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ یثرب کے لوگ معقول باتوں سے اجتناب نہیں کرتے تھے اور حق کو قبول کرنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتے تھے۔ غصہ ایک فطری عمل ہے۔ کہتے ہیں غصہ خوف کا نتیجہ ہوتی ہے، انصار چونکہ کسی خوف میں زندگی نہیں گذار رہے تھے اس لئے انہوں نے اپنے غصہ کو اپنی عقل پر حاوی نہ ہونے دیا۔

آپ ﷺ کی سیرت کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ آپ نے ہمیشہ حق کی آواز پر لبیک کہنے والوں کی دلجوئی فرمائی اور امت کو یہ پیغام دیا کہ نومسلم جب اپنا سب کچھ چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوجاتے ہیں تو ان پر مشکلات آتی ہیں ذہنوں میں خدشات آتے ہیں۔ جیسا کہ مدینے میں اوس اور خزرج کے دلوں میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے حلیف بننے سے اور ان کو غلبہ حاصل ہونے کے بعد انصار کے یہود سے تعلقات پر یقینی اثر پڑے گا اور ان کی اقتصادیات بھی متاثر ہوگی اس لئے دریافت کیا کہ کیا ایسی صورت میں آپ ہمیں چھوڑ کر اپنے شہر اور لوگوں میں واپس چلے جائیں گے؟ یہ سوال سن کے رسول اللہ ﷺ مسکرائے آپ ﷺ نے اہل یثرب کو وضاحت کے ساتھ یقین دہانی کی اور فرمایا: ''نہیں، بلکہ میرا خون تمہارا خون ہے، میری ناکامی تمہاری ناکامی ہوگی، میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو، میں ان سے لڑوں گا جن سے تم لڑوگے، اور ان سے سلامتی رکھوں گا جن سے تم سلامتی سے رہوگے۔'' اس طرح جنت اور اللہ کی رضا کے سوا اہل یثرب نے کسی اور چیز کی فرمائش بھی نہیں کی۔

بیعت عقبہ ثانیہ جو بیعت النسا بھی کہلاتی ہے اس میں ۷۵ مرد وعورت نے آپؐ کی معرفت اللہ سے وفاداری کا عہد لیا۔ رسولؐ اللہ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ نہ صرف یہ کہ خود منظّم زندگی گذارتے تھے بلکہ نظم کو پسند بھی فرماتے تھے اور آپ کی تربیت میں اس کی خاص اہمیت تھی۔ ہر موقع پر آپ امت کے معاملات کی تنظیم اور ترتیب کو بڑی اہمیت دیتے تھے. مکہ کے ابتدائی دور میں تو مسلمانوں کی تعداد چالیس سے بھی کم تھی۔ اس وقت بھی آپ نے ضروری سمجھا کہ امت کا ایک مرکز ہو جہاں امت کے مسائل پر غور ہو سکے اور مستقبل کا لائحہ عمل تیار ہو سکے۔ اس مقصد کے لئے آپ ﷺ نے دار الارقم کا انتخاب فرمایا جو در اصل اسلام کا پہلا مدرسہ بھی تھا اور ایک سیاسی، سماجی اور معاشرتی ادارہ بھی۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو اپنے عمل سے یہ بھی بتایا کہ اسلام سے پہلے کی ہر بات قبل رد نہیں بلکہ صرف مشرکانہ عقائد اور اعمال سے اجتناب فرمایا۔ قدیم زمانے سے چلی آرہیں اصلاحات کو باقی رکھا جن میں شرک کا شائبہ بھی نہیں تھا اور معاشرے کے لئے مفید تھیں۔ آپ نے اپنے عمل سے یہ تعلیم عطا فرمائی کہ اسلام میں پاپائیت نہیں بلکہ عام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر قائم رکھنے کی ذمے داری علما پر ڈالی گئی جس کا کوئی معاوضہ نہیں تھا۔ یہ بات کتنی عجیب ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے کہ آج ڈیڑھ ہزار سال بعد بھی علمائے ربانی اس ذمے داری کو نبھاتے آرہے ہیں۔ اسلام نے ہر نئی آبادی میں پہلی ضرورت مسجد کو قرار دیا، مدینہ تشریف آوری کے بعد سب سے پہلا کام مسجد کی بنیاد رکھنا تھا۔ یہی سبب ہے کہ مسلمان اپنی ہر بستی میں سب سے پہلے ایک مسجد بنانے کا عزم کرتے ہیں کیونکہ دیگر مذاہب کے برخلاف اسلام میں مسجد صرف عبادت گاہ نہیں بلکہ مسلمانوں کا سیاسی، سماجی، ثقافتی اور تہذیبی مرکز رہا ہے جو مسجد کو ایک امتیازی شان عطا کرتا ہے۔ بدقسمتی سے آج مسجد کی وہ حیثیت باقی نہیں رہی اور اسے صرف عبادت گاہ بنا دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے دنیا کو ایک بالکل نیا معاشرہ دیا جس کی بنیاد ''بھلائی پر اصرار اور برائی کا استیصال'' تھا لیکن معاشرے کو قانون کا پاسدار بنانے کے لئے تنظیم اور ضبط کی ضرورت ہوتی ہے جس کی ضرورت آپ ﷺ کو بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد محسوس ہوئی۔ عربوں کے مزاج میں انتقامی جذبہ تھا جس کے سبب جنگیں نسل در نسل جاری رہتی تھیں۔ ظلم کا ردعمل زیادہ شدید ہوتا ہے جو اپنی تباہی پر منتج ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ اس ردعمل کی نفسیات سے قوم کا باہر نکالا جائے۔ آپ کی اس سیاسی سماجی اور معاشرتی مثبت تربیتی نظام کا اثر ہمیں خلافت راشدہ بلکہ بڑی حد تک بعد کے ادوار میں بھی نظر آتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ مکہ میں انتہائی حالات میں بھی ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہیں دی گئی۔

بیعت عقبہ ثانیہ کے فوراً بعد آپ ﷺ نے بارہ نمائندوں کو تجویز کرنے کا حکم دیا گویا آپ نے ہر ایک کو اپنی رائے کی آزادی دی اور اس رائے کے اظہار کا پورا موقع عنایت فرمایا اور رائے عامہ کی آزادی کا اصول دنیا کو دیا جو دراصل انسانی تاریخ کا پہلا آئینی انتخابی عمل تھا۔ یہ صرف بارہ نقیبوں کا انتخاب نہیں تھا جو اپنے اپنے قبائل کے صدر اور محافظ تھے بلکہ حقیقتاً سیاسی تربیت کی ابتدا تھی۔ یہی نہیں بلکہ عقبہ ثانیہ میں عورتوں کو رائے دینے کا حق بھی پہلی بار تسلیم کیا گیا۔ یہاں یہ بات قارئین کی دلچسپی کے لئے بتا دی جائے کہ نام نہاد ترقی یافتہ یورپ میں ۱۹۱۵ء میں ڈنمارک میں پہلی بار عورتوں کو ووٹ کا حق دیا گیا تھا، تین سال بعد ۱۹۱۸ء میں برطانیہ نے صرف ان عورتوں کو یہ حق دیا تھا جن کی عمر ۳۰ سال ہو اور وہ صاحب جائداد ہوں جبکہ امریکہ کی عورتوں کو یہ حق ۲۶ اگست ۱۹۲۰ء کو حاصل ہوا. گویا رسول اللہ ﷺ نے اس روز نئے عہد، نئی تہذیب اور نئے تمدن کی بنیاد رکھی جسے دنیا نے صدیوں بعد دریافت کیا۔ یہ دراصل سیاسی تربیت تھی

کیونکہ صحابہ کرامؓ ہر معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی ہدایات کے منتظر رہتے تھے لیکن آپ چاہتے تھے کہ آپ کے بعد بھی صحابہؓ کو ہی نہیں بلکہ امت کو قیادت کرنی تھی تاکہ وہ اس دنیا میں آزادانہ سیاسی فیصلے کر سکیں۔

معاشرے کی سیاسی اور معاشرتی ہر پہلو پر آپ ﷺ کی نگاہ تھی۔ غور فرمائیے تو مہاجرین اور انصار میں مواخات نوع انسانی کے لئے ایک بالکل نیا اور عجیب تجربہ تھا جس کی مثال نہ ماضی میں ملتی ہے اور نہ ہی اس کے بعد کسی نے تجربہ کیا۔ آپ نے حضرت انس بن مالکؓ کے مکان میں بیٹھ کر مہاجرین اور انصار میں ۹۰ راکین کے درمیان مواخات کے رشتے قائم کئے جن میں ۴۵ مرد اور ۴۵ عورتیں تھیں۔ اس طرح آپ ؐ نے مہاجرین جن کی تعداد پانچ سو تھی انہیں انصار کے ساتھ اس طرح سے مربوط فرمادیا تھا جیسے وہ سگے بھائی بہن ہوں۔ صحابہ کی صالح فطرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ مواخات یا بھائی بندی ان پر تھوپی نہیں گئی جسے انہوں نے بادل ناخواستہ قبول کیا ہو بلکہ کسی ایک انصاری نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا اور بخوشی اسے قبول کیا۔ اس میں آپ ؐ نے ایک اور چیز کا التزام فرمایا کہ حضرت زید بن حارثہؓ جو ایک غلام تھے ان کی مواخات حضرت حمزہؓ سے کی جو قریش کے ایک افضل قبیلے سے تھے اس لئے ایک سردار اور غلام میں بھائی بندی کر کے مساوات کا پیغام امت کو دیا۔

آپ امی تھے لیکن اس دنیا کو پہلا تحریری دستور دیا جس میں قانونی زبان اور محاورہ کے موجد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ یہی سبب ہے کہ امریکہ کی سپریم کورٹ میں جہاں ان تاریخی ہستیوں کے نام کندہ ہیں جنہوں نے دنیا کو تحریری دستور دیئے ان میں جناب رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ اس دستور میں انتظام حکومت صوبوں کے اختیارات اور تعلقات، ریاست کی حدود، جنگ و امن کے مسائل اور قوائد، مالیات اور عورتوں اور غلاموں کے تحفظ جیسے موضوعات کا احاطہ کیا گیا۔ یہی نہیں بلکہ مسلمانوں اور یہودیوں کے باہمی روابط سے متعلق بھی احکامات اس میں نظر آتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے شوریٰ کا نظام قائم فرمایا جس کی اسلام میں غیر معمولی اہمیت ہے۔ بدقسمتی سے آج مسلمان اس دستور پر عمل تو کیا کرتے خود اس سے نا آشنا ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک صحابہؓ کی رائے کی غیر معمولی اہمیت تھی حتیٰ کہ اذان جیسے مہتم بالشان عبادت کا اجرا بھی حضرت عبداللہ بن زیدؓ کے خواب کے نتیجے میں ہوا جس کی تائید حضرت عمرؓ کے ویسے ہی خواب سے ہوئی۔ جنگ بدر اور احد کے موقع پر بھی آپ نے صحابہ کے مشورے کے بعد ہی اقدامات کئے تھے۔ بعد کے ادوار میں جب اس کی اہمیت کم ہوگئی تو امام ابوحنیفہؒ نے اپنے فقہ کی بنیاد شوریٰ پر رکھی اور ایک سنت کو زندہ کیا۔ آج اسوۂ نبوی سے دوری کے سبب امت ابتلا میں نظر آتی ہے کاش کوئی مرد حق ایسا پیدا ہو جو ایک بار پھر امت کو رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلا سکے۔

قسط (۲)

حیوانات کے حقوق اور احکام

مولانا امانت علی قاسمی ❖

شوق کے لئے خطرناک جانوروں کو باندھ کر رکھنا

آج کل بعض لوگ اپنے شوق کے لئے خطرناک جانوروں کو قید کر کے رکھتے ہیں اور اس سے دل لگی کرتے ہیں، اوپر کی تفصیلات کو سامنے رکھا جائے تو اس کی اجازت نہیں معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ بلا وجہ اور بلا کسی جائز اور مناسب مصلحت کے جانوروں کو قید کرنا اس کو عذاب دینا ہے جس سے حدیث میں منع کیا گیا ہے نهى عن تعذيب الحيوان (۱) ابن ہمام نے لکھا ہے: فإن تعذيب الحيوان بلا فائدة مما يجب الاحتراز عنه (۲) اس کے ساتھ اس طرح کے جانور کو قید میں رکھنے میں ایک دوسرا مفسدہ بھی ہے کہ اگر کبھی وہ جانور اپنے قید سے نکل گیا تو بہت سے انسانی جانوں کا نقصان ہوسکتا ہے، گویا یہ عمل اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے پھر اس میں پڑوسیوں کو بھی تکلیف پہونچا سکتا ہے، اس لئے کہ اس کے پڑوسی اپنے آپ میں خوف و دہشت محسوس کریں گے، پتہ نہیں کب یہ خطرناک جانور ہم لوگوں کو نقصان پہونچا دے، اس لئے اس قسم کے جانور کو قید میں رکھنے کی اجازت نہیں ہوسکتی ہے۔

جانوروں پر میڈیکل تجربات

جانوروں پر میڈیکل تجربات کا عام چلن ہے اور اس کی مختلف صورتیں اس وقت رائج ہیں بعض جانوروں پر آپریشن کا تجربہ کیا جاتا ہے جب کہ بعض جانوروں پر دواؤں کا تجربہ کیا جاتا ہے، پہلے جانور کو بے ہوش کیا جاتا ہے یا اس میں ایسے جراثیم داخل کئے جاتے ہیں جو بیماری پیدا کریں پھر اس دوا کا اس پر تجربہ کیا جاتا ہے یہ عمل درست ہے یا نہیں؟ پہلے یہاں چند اصولی اور تمہیدی باتیں ذکر کی جاتی ہیں جس کی روشنی میں اس مسئلہ کو سمجھنا اور حل کرنا آسان ہوگا۔

❖ استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، دارالفکر بیروت ۲۰۰۲ء، ۶/۲۱۹۹ (۲) ابن الہمام، کمال الدین، فتح القدیر، دارالفکر، ۹/۴۹۵

پہلی بنیادی بات یہ ہے اسلام نے جانوروں کو بلا وجہ قتل کرنے اس کو تکلیف دینے سے منع کیا ہے، اگر صحیح غرض ہو جو شریعت کے یہاں معتبر ہے تو پھر جانور کو قتل کرنا بھی جائز ہے اور اس کو تکلیف دینا بھی درست ہے۔ وفی هذا دلالة واضحة علی ان تعذیب الحیوان بلا سبب معصية تستوجب العقاب(۱)

دوسری بات: یہ ہے کہ شریعت بندوں کے منافع اور دفع مفاسد کے اصول پر قائم ہے جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے اس میں ہماری مصلحت وابستہ ہے اور جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع کیا ہے اس میں ہمارے مفاسد وابستہ ہیں۔ مصالح کے سلسلے میں علامہ شاطبی نے بڑی عمدہ بحث کی ہے جو بھی مصالح دنیویہ ہیں وہ ایسے نہیں ہیں کہ اس میں صرف بندوں کے مصالح ہی وابستہ ہوں، بلکہ اس کے ساتھ مفاسد اور تکالیف بھی وابستہ ہیں، اسی طرح کوئی ایسا مفسدہ نہیں ہے جس میں صرف فساد ہو، بلکہ اس سے کچھ مصالح اور خیر بھی جڑے ہوئے ہوتے ہیں، اس لئے شریعت غالب اور اکثریت کا اعتبار کرتی ہے جس میں نفع زیادہ ہے وہ مصالح کے حکم میں ہے اور جس میں نقصان زیادہ ہے وہ مفاسد کے حکم میں ہے، قرآن کریم کی آیت وإثمهما أكبر من نفعهما (۲) سے اس اصول پر روشنی پڑتی ہے(۳)عزبن عبدالسلام نے اسی ضمن میں لکھا ہے کہ اگر مصالح اور مفاسد کا اجتماع ہو جائے اور مفاسد سے بچتے ہوئے مصالح کا حصول ممکن ہو تب تو مصالح کو حاصل کرلیا جائے گا، لیکن اگر مفاسد سے بچنا ممکن نہ ہو تو دیکھا جائے گا کہ مفسدہ، مصلحت سے بڑا ہے یا چھوٹا؟ اگر مفسدہ مصالح سے بڑا ہے تو ایسی صورت میں مفسدہ کی رعایت کرتے ہوئے اس کو ترک کردیا جائے، درأ المفاسد اولی من جلب المنافع لیکن اگر مصلحت ،مفسدہ سے بڑا ہے تو ایسی صورت میں مفسدہ کے ساتھ ساتھ مصلحت کو حاصل کرلیا جائے گا۔(۴)

تیسری قابل توجہ امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کو انسانوں کے لئے مسخر کردیا ہے أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً. (۵) گویا اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کو انسانوں کا خادم بنادیا ہے جس میں حیوانات بھی داخل ہیں، پس جانور انسان کے منافع اور اس کے راحت رسانی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، یہی وجہ ہے انسان کے کھانے کے لئے جانوروں کو قتل کرنا، سواری اور بردباری کے لئے اس کو تکلیف دینا درست ہے۔

---

(۱) شاذلی، احمد بن عبدالعزیز، الادب النبوی دارالمعرفہ، بیروت، ص:۴۳ (۲) البقرۃ:۲۱۹

(۳) الشاطبی، ابراہیم بن موسی، الموافقات، دار ابن عفان ۱۹۹۷ء، ۴۴/۲

(۴) عزبن عبدالسلام، قواعدالاحکام فی مصالح الانام، مکتبۃ الطیبات الازہریہ ۱۹۹۱ء، ۹۸/۱ (۵) لقمان:۲۰

اس تمہیدی باتوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا آسان ہے کہ انسانی خدمت کے لئے جانوروں پر میڈیکل ریسرچ جائز ہے، علامہ شاطبی نے ذکر کیا ہے مقاصد شریعت پانچ ہیں: حفظ نفس، حفظ عقل، حفظ نسل، حفظ دین، حفظ مال جس کو ضروریات خمسہ کہا جاتا ہے اور جن کی رعایت تمام ملتوں میں کی جاتی ہے(۱) جانوروں پر میڈیکل ریسرچ کرنے میں حفظ نفس، عقل اور نسل تینوں کی رعایت ہے، اس لئے کہ اگر پہلے دواؤں کا تجربہ نہیں کیا اور انسان کو کھلا دیا گیا تو اس میں انسان کے جان اور عقل دونوں ضائع ہونے کا خطرہ ہے اور میڈیکل تجربات نہ ہونے کی وجہ پہلے سے بیماری کا علاج معلوم نہیں کیا جاسکے گا اور بڑی بڑی وبائی بیماری پیدا ہوں گی تو اس وقت اس کے علاج کی سبیل نہیں ہوگی جس سے نسل کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے جانوروں پر میڈیکل تجربات کی اجازت ہونی چاہئے۔

قواعد فقہیہ میں اگر غور کیا جائے تو بھی اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے مثلا قاعدہ ہے: الضروريات تبيع المحظورات اور حفظ نسل، نفس اور عقل ضرویات میں سے اور جانوروں کو تکلیف دینا محظورات میں ہے، لہٰذا ضرورت کی وجہ سے یہ محظور جائز ہوجائے گا، اس کے علاوہ درج ذیل قواعد سے بھی اس کا جواز معلوم ہوتا ہے يتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام، إذا تعارضت مفسدتان روعي اعظمها ضررا بارتكاب بأخفهما.

بہر حال جانوروں پر میڈیکل ریسرج یہ جائز ہے؛ البتہ ضروری ہے کہ چند چیزوں کی رعایت کی جائے: (۱) جانوروں کو بلا وجہ تکلیف نہ دی جائے (۲) جانوروں پر میڈیکل ریسرچ واقعی ضرورت ہو (۳) یہ میڈیکل ریسرچ انسان کے حق میں مفید ہو مضر نہ ہو (۴) ضرورت کے سلسلے میں قاعدہ ہے کہ بقدر ضرورت استعمال کی جائے اس کو بھی یہاں ملحوظ رکھا جائے (۵) جہاں تک ہوسکے ان جانوروں پر ریسرچ کیا جائے، جن کو قتل کرنا جائز ہے یا ان جانوروں پر جو انسانی منافع کے لئے استعمال نہیں ہوتے ہیں، لیکن اگر کوئی چارہ نہ ہو تو پھر ماکول اللحم اور جو جانور انسان کے لئے قابل انتفاع ان سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

دواؤں کے لئے زندہ جانور کو بے ہوش کرنا

بعض مرتبہ زندہ جانور کو بے ہوش کر کے اس کا کوئی عضو نکال لیا جاتا ہے یا جانور میں کوئی آلہ رکھ دیا جاتا ہے جس سے جانور کو بسا اوقات تکلیف بھی ہوتی ہے؛ ماقبل کی تفصیل کو سامنے رکھا جائے تو اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں ہے، فقہاء نے جانور کے اعضاء سے علاج کرنے کی اجازت دی ہے، فتاویٰ ہندیہ میں ہے: لا بأس بالتداوي بالعظم إذا كان عظم شاة أو بعير.(۲)

---

(۱) الشاطبی، الموافقات۔۲/۲۰ (۲) فتاویٰ ہندیہ، ۳۵۴/۵

البتہ ضروری ہے حلال اور پاک جانوروں کے کسی عضو سے علاج کیا جائے۔ حرام اور ناپاک جانوروں سے نہیں، الا یہ کہ حرام جانور سے علاج کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ باقی نہ رہ جائے تو پھر اس کی بھی گنجائش ہے، اس لئے کہ انسانی جان کی حفاظت ضروریات میں سے ہے جس کا تحفظ ضروری ہے اور اس کے لئے جانور کی جان بھی لی جاسکتی ہے تو اس کے جسم کو باقی رکھ کر اس کے کسی عضو سے فائدہ اٹھانا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

شکار کی قانونی پابندی

بعض جانوروں کی نسلیں ختم ہو رہی ہیں، جانور انسانی نفع کے ساتھ ساتھ ماحولیات کو انسان کے موافق بنانے میں مؤثر کردار ادا کرتے ہیں ان جانوروں کا ختم ہو جانا ماحولیات کے لئے بہت نقصان دہ ہے، اس لئے حکومت اس طرح کے جانور کے شکار پر پابندی عائد کر دیتی ہے، اسی طرح بعض جانوروں کو حکومت قومی جانور قرار دے دیتی ہے جس کو شکار کرنا اور ذبح کرنا منع ہے اور یہ ممانعت شرعی طور پر واجب العمل ہے، اس لئے کہ حکومتی قوانین اگر شریعت کے خلاف ہوں تو اس کی پیروی درست نہیں ہے، لیکن حکومت کے وہ قوانین جو مباح امور سے تعلق رکھتے ہوں اس پر عمل کرنا واجب ہے، خاص کر جب کہ اس ممانعت کا تعلق حقوق انسانی سے ہو اور اس سے تمام انسانوں کا نفع متعلق ہو تو اس قانون کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے، حکومت جن جانوروں کو شکار کرنے سے منع کرتی ہے ان کا شکار کرنا کوئی واجب اور ضروری چیز نہیں ہے، بلکہ مباح ہے اور مباح کاموں میں حکومتی قوانین کی رعایت ضروری ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں: طاعة الإمام فی غیر المعصیة واجبة فلو أمر بصوم وجب (۱) مفتی تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے: ''فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر اولی الامر یہ حکم جاری کر دے کہ لوگوں کے لئے خربوزہ کھانا منع ہے تو اب رعایا کے لئے خربوزہ کھانا حرام ہو جائے گا بشرطیکہ وہ یہ احکام عام مصلحت کے تحت جاری کریں'' (۲) مفتی محمود الحسن صاحب لکھتے ہیں: ''رعایا کے ہر فرد کو اپنی حکومت کے ہر جائز قانون کی پابندی لازم ہے خلاف ورزی کرنا جرم ہے جس سے عزت اور جان کو خطرہ ہے جس کی حفاظت ضروری ہے'' (۳)

---

(۱) شامی، رد المحتار، ۱۱۸/۸

(۲) تقی عثمانی، جدید معاشی مسائل، اسلامیات پبلشر ۲۰۰۸ء، ۱۸۷/۱

(۳) مفتی محمود الحسن، گنگوہی، فتاویٰ محمودیہ، مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند ۲۰۰۸ء، ۵۷۰/۴

''مہمان پرندہ'' کا شکار کرنا

حکومت جنگلات میں شکار سے منع کرتی ہے اور بعض نہروں اور جھیلوں پر جو موسم کے لحاظ سے پرندے آتے ہیں جن کو ''مہمان پرندہ'' کہا جاتا ہے اس کو شکار کرنے سے منع کرتی ہے اس پر بھی عمل کرنا شرعا واجب ہے، اس لئے کہ حکومت کے قانون کی رعایت مباح کاموں میں واجب ہے اور رعایت نہ کرنے کی صورت میں انسان کی جان خطرہ میں پڑ جاتی ہے اور جان کو خطرہ میں ڈالنا جائز نہیں ہے لا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة (۱) اور بعض مرتبہ ملکی قانون کی خلاف ورزی کی وجہ سے انسان کو ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے جب کہ اپنے آپ کو ذلیل کرنا درست نہیں ہے، حدیث میں ہے: لا ينبغي للمؤمن أن يذل نفسه. (۲) ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ فقہاء نے مباحات اور مجتہد فیہ امور میں حکام وقت کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے اور ان کے خلاف کرنا سخت گناہ ہے (۳) ان تصریحات کی روشنی میں حکومتی قوانین کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لئے مخصوص جانور ذبح نہ کرنا

اگر مسلمان ملے جلے معاشرہ میں رہتے ہوں اور تکثیری سماج کا ایک حصہ ہوں وہاں اگر کوئی گروہ خاص جانور کو معبود اور مقدس مانتا ہو اگر اس کو ذبح کیا جائے تو اس سے ان کی دل آزادی ہوتی ہے، فرقہ وارانہ ہم آہنگی متاثر ہوتی ہے یا حکومت نے اس کو ذبح کرنے کی پابندی عائد کر دی ہے تو اس سلسلے میں مسلمانوں کو اس جانور کا ذبح ترک کر دینا چاہئے، اسلام نے کسی کو تکلیف پہنچانے سے منع کیا ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده. (مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمرو، حدیث نمبر: ۶۵۱۵) جب کہ مسند احمد کی ہی بعض روایت میں من سلم الناس بھی ہے۔ (حدیث نمبر: ۷۰۸۶)

تکثیری سماج میں اس جانور کو ذبح کرنا آپسی انتشار اور فتنہ کا باعث ہوگا، فرقہ وارانہ فسادات بھڑکنے کے امکانات ہیں جس میں جانوں کا بھی نقصان ہے ظاہر ہے ایسی صورت میں اس عمل کی کیسے اجازت دی جاسکتی ہے؟ صاحب تفسیر مظہری نے معبودان باطلہ کو برا بھلا نہ کہنے کے ضمن میں ایک اصول لکھا ہے کہ اگر کوئی نیک کام معصیت کی طرف لے جانے والا ہو تو اس نیک کام کا ترک کرنا بھی واجب ہے: وفيه دليل ان الطاعة

---

(۱) البقرہ: ۱۹۵ (۲) ترمذی شریف، حدیث نمبر: ۲۲۵۴

(۳) بدائع الصنائع، دارالکتب العلمیہ بیروت ۷/۱۰۰

اذا ادت إلی معصیة راجحة وجب ترکھا لان ما یؤدی إلی الشر شر.(۱)

دوسری چیز یہ ہے کہ جب حکومت نے اس پر پابندی عائد کردی ہے تو حکومتی قانون کی رعایت بھی ضروری ہے، کیوں کہ اس کی خلاف ورزی اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنا ہے جیسا کہ ماقبل میں اس کی تصریح گزر چکی ہے، البتہ یہاں اس کی وضاحت ضروری ہے اگر وہ حلال جانور ہے تو مسلمانوں کو اس کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھنا واجب ہے اور اگر کوئی خلاف قانون اس جانور کو ذبح کردے تو اس جانور کا کھانا اور اس کا گوشت خریدنا جائز ہے، اس لئے کہ فی نفسہ وہ حلال جانور ہے۔

وبائی امراض کی روک تھام کے لئے جانوروں کا قتل کرنا

وبائی متعدی امراض جیسے (Bird Flue) وغیرہ آئے دن اس طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی رہتی ہیں جس میں بڑے پیمانے پر جانوروں کو مار دیا جاتا ہے، خاص کر مرغیوں کو مارنے کے واقعات بار بار پیش آتے ہیں، شرعی طور پر ان جانوروں کا مارنا جائز اور درست ہے، اس لئے کہ انسان کے حفظ نفس اور حفظ نسل کی رعایت زیادہ ضروری ہے، اگر ان جانوروں کو نہیں مارا گیا اور وہ مرغی کوئی کھالے تو اس سے انسانوں کی جان ضائع ہوسکتی ہیں، جب کہ انسانی جان کے تحفظ کے لئے حیوانات کو قتل کرنا جائز ہے، احادیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی حالت میں ایک بچھو نے کاٹ لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ہی میں اس بچھو کو قتل کردیا(۲) معلوم ہوا کہ جس سے انسانی جان کے ضیاع کا اندیشہ ہے اس کو قتل کرنا جائز ہے، لیکن اس کی صحیح تحقیق ضروری ہے، بعض مرتبہ افواہ پھیلا کر بہت سے مرغیوں کو ماردیا جاتا ہے، اس سے نہ صرف بلاوجہ جانوروں کا قتل کرنا لازم آتا ہے، بلکہ مال کو ضائع کرنا بھی ہے جو دونوں گناہ ہیں، جہاں تک مسئلہ ہے کہ ان کو مارنے کی کیا شکل اختیار کی جائے تو اس کا جواب یہ ہے احادیث میں جانوروں کے قتل کے سلسلے میں یہ ہدایت دی گئی ہے جانور کی جان کی آسانی اور نرمی سے لی جائے ایسے طریقے اختیار نہ کئے جائیں جس میں جانور کو تکلیف زیادہ ہو، اسی وجہ سے اس کو آگ میں جلانے سے منع کیا گیا ہے، اس لئے اس کی ایسی صورت اختیار کی جائے جس میں کم سے کم تکلیف ہو زندہ مرغیوں کو دفن کرنا بھی درست ہے نہیں ہے اس لئے بہتر شکل یہ ہے مرغیوں کو ذبح کر کے گڑھوں میں دفن کردیا جائے اور اگر بہت زیادہ تعداد میں ہو تو مشینوں کے ذریعہ بھی ذبح کر کے دفن کیا جاسکتا ہے۔ السیل الجرار المتدفق علی حدائق الازھار میں ہے وقد جاز قتل الحیوان لضررہ (۳) موسوعۃ فقہیہ میں ہے لاضمان فی قتل الحیوان الضار. (جاری)

❁......❁......❁

(۱) مظہری، ثناء اللہ، التفسیر المظہری، مکتبۃ الرشیدیہ پاکستان، ۲۷۶/۳ (۲) شعب الایمان، تخصیص المعوذتین بالذکر، حدیث نمبر: ۲۳۴۱
(۳) السیل الجرار ۳۲۰/۱

پیغمبراسلام اور مذہب اسلام کی شان میں گستاخیاں

مولانا محمد اسجد عقابی ❖

دنیا میں بسنے والے بیشتر افراد کسی نہ کسی مذہب کے سائے تلے جیتے ہیں، ان کی زندگیوں پر مذہبی اثرات نمایاں طور پر دیکھے جاتے ہیں، شادی بیاہ، تجہیز وتکفین تک میں جو عوام الناس میں مختلف رسومات ہیں وہ مذاہب کے زیراثر ہیں۔ حتیٰ کہ انسانی زندگی پر مذہب کا رنگ اس قدر نمایاں اور واضح ہوتا ہے کہ انسانی نام میں بھی مذہب جھلکتا ہے بلکہ بادی النظر میں یہ نام ہی مذہب کی جانب راہنمائی کرتا ہے۔ اس بات سے قطع نظر کہ دین حنیف اور حقیقی دین کون ہے ہر کوئی اپنے مذہب پر مطمئن نظر آتا ہے، پھر بھی بعض لوگ اپنے مذہب کی خود تراشیدہ باتوں سے تنگ آکر دوسرے مذہب میں امن وسکون تلاش کرتے ہیں۔ تبدیلی مذہب کا معاملہ بھی زمانہ قدیم سے جاری ہے اور آج بھی اکناف عالم میں لوگ اپنے مطالعہ اور ذوق وشوق کی بنیاد پر مذہب تبدیل کرتے ہیں۔ مذہب اسلام کے ماننے والے پیغمبر اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں تو ایسے جرم عظیم سے اللہ تعالی انہیں محفوظ رکھتے ہیں اور دین مستقیم پر باقی رہنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔

مذاہبِ عالم میں گرچہ باہمی رسہ کشی پائی گئی ہے اور فی زمانناً اس کے واضح ثبوت ملتے ہیں لیکن ایک بات زمانہ ماضی سے اب تک تقریباً یکساں طور پر محسوس کی گئی ہے کہ مذاہبِ عالم کے پیشواؤں اور ان کی مقدس کتابوں کا احترام تقریباً تمام مذہبی شخصیات کیا کرتی تھیں۔ باطنا جو بھی ہو لیکن ظاہرا ان کے درمیان باہمی چپقلش نہیں ہوا کرتی تھی۔ لیکن گزشتہ چند سالوں سے ہمارے ملک میں خصوصاً اور عموماً پوری دنیا میں ایک عجیب رجحان پروان چڑھنے لگا ہے۔ بلکہ ہمارے ملک ہندوستان میں اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ جو انسان مذہب اسلام اور اسلامی تعلیمات کی جس قدر برائی بیان کرے گا، دشنام طرازی کرے گا اور انسانیت کے نام پر غلیظ جانوروں کی حرکت کرے گا اسے اسی قدر بڑھاوا دیا جائے گا، اس کی

❖ استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

عزت افزائی کی جائے گی اور اس کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے جائیں گے۔ پیغمبر اسلام اور مذہب اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والوں کو پھولوں کا گلدستہ پیش کیا جائے گا۔

مذہبی منافرت اور مذہبی رسہ کشی کے معاملے میں ہمارا ملک سابقہ تمام ریکارڈوں کو توڑ چکا ہے۔ مذہبی منافرت اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ اب مسلمانوں کو نماز ادا کرنے اور دیگر اسلامی شعار کی بجا آوری میں بھی تکالیف کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ جن جگہوں پر دہائیوں سے نمازیں ہورہی تھی اب وہاں زورزبردستی نماز پر پابندی لگائی جارہی ہے۔ گزشتہ کئی ہفتوں سے مسلسل نوئیڈا اور گروگرام نماز جمعہ کی وجہ سے سرخیوں میں ہے۔ ان جگہوں پر اکثریت کے افراد نماز پڑھنے سے منع کررہے ہیں اور انتظامیہ اس حد تک بے حس ہو چکی ہے کہ ایک کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دوسرے مذہب والے کی عبادت پر پابندی لگانے کو تیار بیٹھی ہے۔ حالانکہ ہمارے اسی ملک میں ماضی میں بھی اور اب بھی بعض ایسے افراد موجود ہیں جو ایک دوسرے کی عبادت گاہوں اور عبادت میں ہمیشہ معاون رہا کرتے تھےلیکن دن بدن ایسے افراد کم ہوتے جارہے ہیں۔ اب انسانیت نوازی اور انسان دوستی کی بات کرنے والے افراد معاشرہ اور سماج میں اچھوت تصور کئے جانے لگے ہیں۔

ماضی میں صوفی سنتوں کو امن وامان کا پیامبر تصور کیا جاتا تھا۔ مذہب سے پرے لوگ ان کی عزت کیا کرتے تھے، لیکن اب ملک کی صورتحال بدل گئی ہے۔ اب بڑے بڑے مٹھ اور آشرم کا ٹھیکیدار اور ذمہ دار اس سادھو یا سادھوی کو بنایا جاتا ہے جس میں زہر اگلنے کی زیادہ صلاحیت موجود ہو۔ یہ ایک طویل اور لمبی فہرست ہے جسے شمار کرنا مقصود نہیں ہے البتہ سمجھنے کے لیے کافی ہے کہ آج کل ایک سادھو نما انسان مسلسل پیغمبر اسلام مذہب اسلام کی شان میں گستاخیاں کررہا ہے، ہر آئے دن اپنے زہریلے بیان سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچا رہا ہے لیکن افسوس کہ جس قدر اس کی اوچھی اور غلیظ حرکت تیز ہورہی ہے ہندوؤں میں اس کی مقبولیت اسی رفتار سے بڑھ رہی ہے۔ عورتوں کے خلاف ایسے نازیبا تبصرے کرتا ہے جسے کوئی بھی سنجیدہ اور ذی فہم انسان برداشت نہیں کرسکتا ہے لیکن انہیں باتوں کے دم پر وہ انسان واہ واہی لوٹ رہا ہے۔ ہمارے اس ملک میں ایک انسان مسلمانوں کی سب سے مقدس کتاب اور روئے زمین کی سب سے معتبر کتاب "قرآن مجید " کی بے حرمتی کرتا ہے، اس کی آیات کے سلسلہ میں لب کشائی کرتا ہے اور قرآن مجید میں تحریفات کی سعی لاحاصل کا مرتکب ہوتا ہے لیکن اس کے خلاف کوئی کارروائی تو درکنار بلکہ اسے اور

بڑھاوا دیا جاتا ہے۔قابلِ صد افسوس پہلو یہ ہے کہ پہلے عموماً ایسی غلیظ حرکت کے مرتکب عامی ہوا کرتے تھے لیکن اب ان حرکتوں کو انجام دینے والے نام نہاد مذہبی لیڈران ہیں۔ مذہبی منافرت پھیلانے اور انسان کو انسان کا دشمن بنانے میں ایک اہم کردار ان وسائل اور ذرائع کا بھی ہے جو میڈیا کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ میڈیا جس کی بنیادی ذمہ داری حقائق سے عوام کو باخبر کرنا ہے لیکن ہمارے ملک میں میڈیا کا اہم اور بنیادی کام عوام کو مسائل میں الجھانا ہے، غیر ضروری باتوں کو مدعا بنانا اور حقائق سے چشم پوشی کرنا میڈیا کا ترجیحی کام بن گیا ہے۔

پیغمبر اسلام اور مذہب اسلام کی شان میں گستاخیوں کے واقعات دن بدن بڑھ رہے ہیں اور ان حرکات شنیعہ کے مرتکب کھلے عام گھوم رہے ہیں۔ آخر ایسا کیوں ! حکومت، عدلیہ اور انتظامیہ کیوں خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے؟ ان شر پسند عناصر کے خلاف قانونی کارروائی کیوں نہیں ہوتی ؟ نفرت کے ان پجاریوں کو بدامنی پھیلانے کے لیے کیوں کھلی چھوٹ ملی ہوئی ہے؟ حالانکہ ہمارے اسی ملک ہندوستان میں مہاراشٹر کے سیاسی لیڈر اور شیو سینا کے بانی بال ٹھاکرے کی موت کے بعد مہاراشٹر کے بند ہونے پر دو لڑکیوں کو صرف اس لیے گرفتار کرلیا گیا تھا کہ انہوں نے اعتراض جتایا تھا۔منور فاروقی کی گرفتاری اس لیے ہوئی کہ شک تھا کہ وہ کسی مذہب کے پیروکاروں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچا سکتا تھا۔حال ہی میں ایک شخص کی گرفتاری ہوئی کیونکہ اس نے وزیر اعظم پر تبصرے کئے تھے۔ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جہاں دیگر ایسے لوگوں کے معاملات میں بھی گرفتاری ہوئی ہے جن کو کوئی مذہبی تشخص حاصل نہیں ہے اور ایسی مثالیں بھی موجود ہیں جہاں مذہبی منافرت اور مذہبی شخصیات کے متعلق کچھ بولنے یا لکھنے کی وجہ سے عتاب کا شکار ہونا پڑا ہے۔لیکن مذہب اسلام، پیغمبر اسلام اور اسلامی شخصیات وتعلیمات کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی کیوں نہیں ہوتی ہے۔ اگر ہمارے ملک میں اس طرح کا کوئی قانون نہیں ہے تو آزادی اظہار رائے کے نام پر ہر کسی کے ساتھ یکساں سلوک ہونا چاہیے لیکن ایسا نہیں ہوتا ہے۔ایک مخصوص نظریہ کے حامل افراد کو کھلی چھوٹ ملی ہے چاہے جتنا نفرت پھیلائے یا چاہے جتنا ملک کی ہم آہنگی میں رخنہ پیدا کرے۔حکومت اور عدلیہ کی چشم پوشی کا نتیجہ ہے کہ اب معاملہ حد سے آگے بڑھ گیا ہے۔معاملہ اب زبان درازی اور دشنام طرازی سے آگے بڑھ کر کھلے عام مسلمانوں کی عبادت گاہوں کو نشانہ بنانے تک پہنچ چکا ہے۔

کسی بھی مذہب میں ان کی بنیادی شخصیات کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے اور ان کے متبعین ان سے جذباتی لگاؤ رکھتے ہیں لیکن اس سلسلہ میں مذہب اسلام، پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کو انفرادیت حاصل ہے۔ مسلمانوں کو اپنے نبی اکرم ﷺ سے محبت صرف جذباتی نہیں ہے بلکہ یہ تو مسلمانوں کے ایمان کا بنیادی جز ہے۔ محبت رسول اور اطاعت رسول کے بغیر ایمان کی تکمیل ممکن نہیں ہے۔ جنگ بدر کے موقع پر حضرت سعد بن معاذ کا پر جوش اور ولولہ انگیز خطاب دراصل قیامت تک آنے والے مسلمانوں کی ترجمانی ہے۔ ایک مسلمان کو نبی سے اپنی جان و مال اور دنیا و مافیہا سے زیادہ لگاؤ اور عقیدت ہوتی ہے، پھر کیسے ممکن ہے کہ مسلمانوں کے پیغمبر کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کیے جائیں اور ان کے قلوب چھلنی نہ ہو۔ مذہب اسلام افسانوی کہانیوں کا مجموعہ نہیں ہے جس کے ثبوت و اثبات کے لئے تگ و دو کی ضرورت پیش آئے بلکہ یہ تو رب العالمین کا نازل کردہ وہ دین ہے جس کے تکمیل کی بشارت چودہ سو سال قبل ہمارے نبی محمد ﷺ کو دے دی گئی ہے۔ اب نہ کوئی نیا دین قابلِ قبول ہوگا اور نہ کوئی قدیم مذہب لائق اطاعت ہوگا۔ اب رب ذوالجلال کی بارگاہ میں صرف اور صرف مذہب اسلام لائق اطاعت اور قابل قبول ہے۔ ایسی صورت میں جبکہ مسلمانوں کا اپنے مذہب کے تئیں یہ حال ہے کیسے وہ آئے دن اہانت آمیز تبصرے برداشت کر سکتے ہیں۔ جمہوریت اور جمہوری ملک ہونے کے اعتبار سے حکومت کو چاہیے کہ ایسے بے لگام عناصر پر روک لگائے، ان کی روک تھام کے لیے قانون بنائے اور ملک میں پھیلی ابتری کو ختم کرے۔

❁……❁……❁

قسط (۴)

الیکٹرومیگنٹک اسپیکٹرم، موبائل فون، اورانٹرنیٹ

تعارف، حقیقت، تکنیکی تفصیلات اور کچھ سوالات

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی ❖

اپنی طرف سے مصنوعی لہروں کو بنانے کیلئے کیا پہلے سے موجود کائنات میں لہریں یا اسپیکٹرم ہی کو استعمال کیا جاتا ہے؟

ٹیلی کام کی کمپنیاں اپنی لہریں یا سگنل کو بنانے کیلئے کائنات میں موجود لہروں کو استعمال نہیں کرتیں بلکہ آجکل وہ خود اپنی لہریں بناتی ہیں۔ البتہ جب ان کی لہریں بن جاتی ہیں تو وہ قدرت میں موجود لہروں سے مل کر کام بھی کرسکتی ہیں مگر یہ بہت ایڈوانس طریقہ کار ہوتا ہے۔ یعنی خلاصہ یہ ہوا کہ ٹیلی کام کمپنیاں آجکل صرف اپنی لہریں خود بناتی ہیں اور کائنات میں موجود لہروں کا استعمال نہیں کرتیں۔

بلوٹوتھ Bluetooth گیگا ہرٹز 2.45 GHz پر کام کرتا ہے۔ یہ فری اسپیکٹرم ہے یعنی ITU نے اسے لائسنس فری کررکھا ہے۔ اب دنیا بھر میں اس کو ہینڈ فری کیلئے ہر کوئی استعمال کرتا ہے، اس کو استعمال کرنے کیلئے آپ کو حکومت سے اجازت یا لائسنس لینے کی ضرورت نہیں پڑتی، جتنا چاہیں اس فری بلوٹوتھ کی فریکونسی کو استعمال کریں۔ یہی کچھ حال وائی فائی WiFi کا ہے، یہ 2.4 GHz گیگا ہرٹز فریکوئنسی پر کام کرتا ہے اور فری ہے۔ کروڑوں لوگ اس اسپیکٹرم کو استعمال کرتے ہیں اور یہ ختم نہیں ہوتا اور حکومت سے لائسنس کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔

ایک سوال یہ ذہن میں آسکتا ہے کہ کیا فریکوئنسیز بھی پہلے سے کائنات میں موجود ہیں اور ہم انہی کو استعمال کرتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہی ہے کہ لہروں کی سائیکل کی پیمائش فریکوئنسی سے کی جاتی

❖ استاذ مونسٹر ٹکنالوجی یونیورسٹی (MTU) آئرلینڈ

ہے۔ نیز یہ سوال بھی ذہن میں آسکتا ہے کہ کیا میگا ہرٹز پہلے سے موجود ہوتے ہیں اور ان پر سگنلز بنائے جاتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ میگا ہرٹز (Mega Hertz) (MHz) بنیادی طور پر فریکونسی کا ایک یونٹ (اکائی) Unit of Frequency ہے۔ میگا Mega کا مطلب 10 ہے یعنی دس لاکھ۔ ہرٹز Hertz (Hz) فریکونسی Frequency کا یونٹ ہے۔ ایک ہرٹز Hertz کا مطلب ہے کہ سگنل کی ایک سائیکل فی سیکنڈ۔ لہذا ایک میگا ہرٹز کا مطلب یہ ہوا کہ سگنل کی دس لاکھ سائیکلز فی سیکنڈ۔

قدرتی طور پر جو الیکٹرمیگنٹک اسپیکٹرم کائنات میں موجود ہے، ہم اسے کیسے ٹیلی کمیونیکیشن میں استعمال کرسکتے ہیں؟

قدرتی طور پر جو الیکٹرمیگنٹک اسپیکٹرم کائنات میں موجود ہے اس کے ٹیلی کمیونیکیشن میں بہت سارے استعمال ہیں جن میں سے کچھ بِالواسطہ ہیں اور کچھ بلاواسطہ۔ مثلاً سورج کی روشنی الیکٹرمیگنٹک اسپیکٹرم میں شمار ہوتی ہے اور اس سورج کی روشنی سے ہم عام زندگی میں بے تحاشہ فوائد حاصل کرتے ہیں مثلاً بجلی کا بنانا، باغات وکھیتی کا پکنا وغیرہ۔ پھر یہ الیکٹرومیگنٹک اسپیکٹرم کے ذریعے ہم بجلی بنا کر ٹیلی کمیونیکیشن کمپنیوں کے ٹاورز کو بجلی فراہم کرسکتے ہیں اور کی بھی جارہی ہے۔

اب اس الیکٹرمیگنٹک اسپیکٹرم میں جو حصہ ہے ریڈیو اسپیکٹرم Radio Spectrum کا، وہ ہم خاص طور پر موبائل فون اور دیگر الیکٹرونگ آلہ جات کی وائرلیس چارجنگ کیلئے استعمال کرسکتے ہیں۔ اس موضوع پر راقم نے سن میں ایک مشہور سائنسی جریدے میں تحقیقی مقالہ لکھا تھا جس میں کافی تفصیل سے یہ بات بتائی گئی ہے کہ کس طرح ہم قدرت کی طرف سے جو الیکٹرومیگنٹک اسپیکٹرم دیا گیا ہے اس کو ٹیلی کمیونی کیشن میں استعمال کرسکتے ہیں۔

مثلاً اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب سرجن حضرات انسانی جسم میں ایمپلانٹ کرتے ہیں تو مختلف سینسر انسانی جسم میں لگاتے ہیں اور اس انسانی جسم میں اس سینسر کو کس طرح ہم مختلف الیکٹرومیگنٹک اسپیکٹرم سے انرجی مہیا کرسکتے ہیں اور کس طرح سے قدرتی طور پر موجود الیکٹرومیگنٹک اسپیکٹرم کو استعمال کرتے ہوئے اس سینسر سے کمیونیکیشن کرواسکتے ہیں۔ نیز قدرت میں جو ریڈیو اسپیکٹرم موجود ہے وہ خاص طور پر ٹیلی کمیونیکیشن میں ہمارے سگنل کو مختلف انداز میں مدد فراہم کرسکتا ہے جیسے ہمارے پیدا کیئے گئے سگنل کی طاقت کو بڑھانے کیلئے وغیرہ وغیرہ۔

ایک مثال سے الیکٹرومیگنٹک اسپیکٹرم کی وضاحت

اب ہم ایک مثال سے الیکٹرومیگنٹک اسپیکٹرم کی وضاحت کرتے ہیں۔ ہم آوازوں یعنی ساؤنڈ Sound سے متعلق تو جانتے ہی ہیں۔ آوازوں کا بھی اسپیکٹرم ہوتا ہے جسے ہم ساؤنڈ اسپیکٹرم Sound Spectrum کہتے ہیں(۱) مثلاً ایک چھوٹا بچہ ہلکی آواز میں بولے تو اس کی ہلکی آواز ہوگی، کوئی بڑا بندہ زور سے بولے تو زیادہ آواز ہوگی، مائیک میں بولیں تو دور تک آواز جائے گی اور مزید گونجدار ہوگی۔ اب ہم ان آوازوں کی پیائش کرلیں یعنی ان کو کوئی نمبر دے دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر بچے نے بالکل نہیں بولا تو ہم نے اس کو صفر سے تشبیہ دے دی، اگر بچہ بولے گا تو اس کو ہم نے ایک سے تشبیہ دے دی۔ اگر کوئی بڑا بولے گا تو اس کو ہم نے دس سے تشبیہد ے دی۔ بڑا اگر بہت زیادہ چیخ کے بولے گا تو اس کو بیس سے تشبیہ دے دی اور اگر لاؤڈ اسپیکر میں کوئی بولے گا تو اس کو ہم نے پچاس سے تشبیہ دے دی۔ اب یہ جو نمبر ہیں یعنی صفر، ایک، دس، بیس، اور پچاس، جن سے ہم نے ان آوازوں تو تشبیہ دی ہے یہ ساؤنڈ کا اسپیکٹرم ہے۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی بیس نمبر والی قوت کی بات کرے گا تو اس کا مطلب ہے کہ کسی بڑے نے چیخ کر بولا ہے۔ یہ تو ساؤنڈ کا اسپیکٹرم ہوگیا یعنی کہ آواز کی رینج یا سلسلہ کہاں سے کہاں تک جائے گا۔ مگر یہ ساؤنڈ کا اسپیکٹرم بذاتِ خود آواز یا ساؤنڈ نہیں ہے۔ اگر کوئی آواز نکالے گا تو آواز نکلے گی اور اس آواز کو نکالنے کیلئے ہمیں کوئی انسان یا آلہ چاہیے ہوگا۔

بس اگر کوئی حکومت یہ کہنا شروع کردے کہ یہ جو بیس کا نمبر ہے، جو کہ کسی بڑے شخص کی چیخ کی آواز کو ظاہر کرتا ہے اس کا لائسنس جاری کیا جائے گا اور صرف وہی شخص بیس والی فریکوئنسی کی آواز نکال سکے گا جس کے پاس لائسنس ہوگا تو وہ صرف اس بات کی اجازت دے رہی ہوگی کہ کون یہ بیس والی فریکوئنسی کی آواز نکال سکتا ہے۔ نیز یہ بیس والی فریکوئنسی کا لائسنس دینے کا مطلب یہ ہوا کہ حکومت ہمیں نہ آواز پیدا کرنے کی صلاحیت دے رہی ہے اور نہ ہی وہ آواز بیچ رہی ہے بلکہ صرف اس بات کی اجازت دے رہی ہے کہ ہم آواز نکال سکتے ہیں۔ اسی طریقے سے اگر کوئی حکومت پابندی لگادے کہ زیرو سے لے کر دس تک کی ساؤنڈ کیا سپیکٹرم کیا آواز کے اسپیکٹرم پر اب سے پابندی ہوگی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حکومت نے پابندی لگائی ہوئی ہے کہ اب بچے سے لے کر بڑے تک کوئی بھی بول نہیں سکے گا۔ مطلب بولنے کا اختیار تو انہی انسانوں کے پاس ہے البتہ حکومت نے پابندی لگادی۔ نیز حکومت اس آواز کے اسپیکٹرم کو بیچنے پر کوئی

(1) Sound spectrum. Link: https://newt.phys.unsw.edu.au/jw/sound.spectrum.html

فیس بھی وصول کرسکتی ہے۔بعینہ یہی صورت حال الیکٹرومیگنٹک اسپیکٹرم کی بھی ہے کہ یہ الیکٹرومیگنٹک لہروں کا سلسلہ ہےاور آئی ٹی یو نے یہ قوانین بنادیئے ہیں کہ کون سا الیکٹرومیگنٹک اسپیکٹرم کس استعمال میں آئے گا،کس الیکٹرومیگنٹک اسپیکٹرم کیلئے حکومت سے لائسنس لینے کی ضرورت ہےاور کون سا الیکٹرومیگنٹک اسپیکٹرم بغیر لائسنس کے صارفین استعمال کرسکتے ہیں۔اب یہ کسی ملک کی حکومت کی مرضی ہے کہ وہ اس الیکٹرومیگنٹک اسپیکٹرم پر کوئی قیمت وصول کرتی ہے یا نہیں۔اگر کرتی ہےتو وہ کتنی قیمت ہوگی اور کتنے عرصے کیلئے حکومت اس لائسنس کو جاری کرے گی۔

ریڈیواسپیکٹرم وائرلیس کمیونیکیشن کی بنیاد

الیکٹرومیگنٹک اسپیکٹرم کے ایک خاص حصے یعنی بینڈ Band کو ریڈیو اسپیکٹرم Radio Spectrum کہا جاتا ہے۔یہ ریڈیواسپیکٹرم فریکوئنسی کے لحاظ سے کلو ہرٹز Kilo Hertz (KHz) سے شروع ہر کر ٹیرا ہرٹز (Tera Hertz) (THz) تک چلا جاتا ہے۔اس بینڈ کی مختلف خصوصیات ہیں اور اس بینڈ کو ہم مختلف وائرلیس اپلیکیشن میں استعمال کرتے ہیں مثلاً ہم اس کو ٹی وی سگنل کے براڈ کاسٹ کرنے میں استعمال کرتے ہیں یعنی ٹی وی کی جو نشریات ہیں وہ اسی ریڈیواسپیکٹرم بینڈ پر نشر کی جاتی ہیں۔ریڈیو کی نشریات بھی اسی ریڈیواسپیکٹرم کو استعمال کرکے کی جاتی ہیں۔بلوٹوتھ Bluetooth ہو یا گھروں میں استعمال ہونے والا وائی فائی WiFi، موبائل فون کی کمیونیکیشن ہو یا پھر سیٹیلائٹ کمیونیکیشن Satellite Communication، یہ تمام اسی ریڈیو اسپیکٹرم کی فریکونسیز کو استعمال کرتے ہیں۔حتیٰ کہ جب کسی ملک کی فوج کسی دوسرے ملک پر حملہ کرتی ہےتو اُس کو بھی اپنے فوجیوں،ٹینکوں، بکتر بند گاڑیوں،اور جہازوں کو باہمی رابطہ کیلئے مُواصلاتی نظام کی ضرورت پڑتی ہےتو وہ اسی ریڈیواسپیکٹرم کی فریکوینسیز کو استعمال کرتی ہیں۔یعنی جو ملٹری کمیونیکیشن Military Communication ہے جس کیلئے فوج میں سگنل کور Signals Corps ہوتا ہے وہ انہی ریڈیو فریکونسیز کو استعمال کرتے ہوئے اپنی مواصلاتی نظام قائم کرتا ہے۔

Electromagnetic radiation with frequencies between about 10 kHz and 100 GHz are referred to as radio frequencies (RF). Radio frequencies are divided into groups that have similar characteristics, called "bands," such as "S-band," "X-band," etc. The bands are further divided into

small ranges of frequencies called "channels," some of which are allocated for the use of deep space telecommunications.(1)

امریکہ، روس اور یورپی ممالک ٹیلی کمیونیکیشن اور اس سے متعلقہ ٹیکنالوجیز میں بہت آگے ہیں۔ امریکہ کی فیڈرل کمیونیکیشن کمیشن یعنی ایف سی سی Federal Communication Commission (FCC) مُواصلاتی نظام سے متعلقہ معیارات میں بہت کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ اسی طرح بین الاقوامی سطح پر انٹرنیشنل کمیونیکیشن یونین International ((ITU Telecommunication Union سن میں معرضِ وجود میں آئی (۲)۔ پھر جب اقوامِ متحدہ وجود میں آئی تو یہ تنظیم اقوامِ متحدہ کا حصہ بن گئی۔ اس تنظیم میں بنیادی طور 193 پر ممالک ہیں جو اس انٹرنیشنل کمیونیکیشن یونین کا حصہ ہیں اور اس کا بنیادی کام یہ ہے کے یہ معیارت Standards اور مختلف قوائد وضوابط بناتی ہے جن کو آئی ٹی یو ریڈیو ریگولیشن ITU Radio Regulations کہا جاتا ہے (۳) مثلاً ٹیلی کمیونیکیشن کے نظام کیسے کام کریں گے، فریکوئنسی کا کون سا حصہ کس ٹیکنالوجی کیلئے مختص ہوگا وغیرہ۔ اس تنظیم میں شامل 193 ممالک رضا کارانہ طور پر اس میں کام کرتے ہیں۔ اسی آئی ٹی یو نے یہ سائنسدانوں اور محققین سے مشاورت کے بعد عالمی معیار بنا دیا ہے کہ کون کون سے فریکوئنسی بینڈ کن کن ٹیکنالوجیز کیلئے استعمال ہوں گے۔ کون سے اسپیکٹرم بینڈ کا حصہ لائسنس یافتہ ہوگا اور کون سے بینڈ کو استعمال کرنے کیلئے لائسنس لینے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اسی طرح کون سا اسپیکٹرم بینڈ فوجی مواصلاتی نظام کو قائم کرنے کیلئے استعمال ہوگا، کون سا بینڈ سائنسی تحقیقات کرنے کیلئے استعمال ہوگا۔ غرض اس طرح کے تمام ہدایات اسی تنظیم نے جاری کی ہوئی ہیں۔ یعنی اس تنظیم نے پورے اسپیکٹرم بینڈ کے بارے میں بتا دیا ہے کہ پوری دنیا کے ممالک اس اسپیکٹرم بینڈ کے کس کس حصے کو کن کن استعمال میں لائیں گے۔ اب یہ ان ممبر ممالک کی مرضی ہے کہ وہ اس اسپیکٹرم کو استعمال کرتے ہیں یا نہیں اور اگر کرتے ہیں تو ان ممالک کی

(1) Radio frequency bands, NASA. Link: https://science.nasa.gov/learn/basics-of-space-flight/chapter6-3/

(2) International Telecommunication Union (ITU). Accessed 25th Nov 2023. Link: https://www.itu.int/en/about/Pages/default.aspx

(3) ITU Radio Regulations. Accessed 25th Nov 2023. Link: https://www.itu.int/pub/R-REG-RR/en

مرضی ہے کہ وہ اس اسپیکٹرم بینڈ کو مفت میں ٹیلی کام کمپنیوں کو استعمال کرنے کی اجازت دیں یا لائسنس کا اجراء کریں۔ پھر مختلف ممالک اپنی مرضی سے اس اسپیکٹرم کے حصے کی نیلامی کرتے ہیں۔

یہاں پر یہ بات واضح رہے کہ کسی ملک کو اس اسپیکٹرم کو استعمال کرنے کیلئے آئی ٹی یو سے اجازت نہیں لینی پڑتی اور نہ ہی اس اسپیکٹرم کو استعمال کرنے کیلئے کوئی فیس ادا کرنی پڑتی ہے۔ بس ممالک کا کام ہے کہ وہ آئی ٹی یو کے معیارات کے مطابق چلیں تا کہ عالمی مواصلاتی نظامی میں باہم ربط رہے۔ مثال کے طور پر پاکستان میں ایک کمپنی بنتی ہے جو کہ ایک موبائل فون بنانا چاہتی ہے اب وہ موبائل فون کی فیکٹری لانچ کرتی ہے اور کہتی ہے کہ ہمارا تیار کردہ موبائل فون چھ سو میگا ہرٹز 600 MHz فریکوئنسی پر آپریٹ کرے گا۔ پاکستان میں ایسی موبائل فون فیکٹری بن سکتی ہے اور ہم اس موبائل فون کو استعمال بھی کر سکتے ہیں، مگر فرض کرتے ہیں کہ اگر آئی ٹی یو نے ہدایات دی ہوئی ہیں کے جب آپ کو موبائل فون بنانے ہیں تو آپ نے نو سو میگا ہرٹز فریکیوئنسی پر کام کرنے والے بنانے ہیں۔ اب اگر ہم اس ہدایات پر عمل نہیں کریں گے تو ہماری کمپنی اپنا موبائل فون، یورپ اور امریکہ میں نہیں بیچ سکے گی کیونکہ وہاں پر نو سو میگا ہرٹز کے موبائل فون ہی کام کریں گے۔

پاکستان میں اسپیکٹرم سے متعلق معاملات کو حکومتی سطح پر پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی یعنی پی ٹی اے (Pakistan Telecommunication Authority (PTA دیکھتی ہے اور اس اسپیکٹرم کی نیلامی کرتی ہے۔ پی ٹی اے، انٹرنیشنل ٹیلی کمیونیکشن یونین کا حصہ تو ہے مگر حکومتِ پاکستان اس اسپیکٹرم کو استعمال اور نیلام کرنے کیلئے آئی ٹی یو کو کوئی بھی فیس ادا نہیں کرتی، ہاں ٹیلی کمیونیکشن کی تحقیق کو بڑھانے کیلئے اگر پاکستانی حکومت کچھ حصہ اس تنظیم کو دے گی تو وہ اس اسپیکٹرم کی فیس کی مد میں نہیں ہوتا بلکہ ممبر ممالک سائنسی رضا کارانہ طور پر اس تنظیم کو مالی مدد فراہم کرتے ہیں۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ اگر حکومتِ پاکستان فائیو جی کے اسپیکٹرم کی بیس کڑور روپے میں نیلامی کرتی ہے تو اس کو کچھ حصہ آئی ٹی یو کو ادا کرے گی۔ حکومتِ پاکستان اپنا ریونیو بنانے کیلئے ٹیلی کام کمپنیوں کو یہ اسپیکٹرم نیلام کرتی ہے تا کہ حکومت کی اس مد میں آمدنی ہو۔ (جاری)

سورۂ کوثر کی آسان تفسیر

مولانا عبدالمتین ❖

تعارف

(۱) سورۃ الکوثر قرآن پاک کی سب سے چھوٹی سورت ہے اور سورہ بقرہ سب سے بڑی سورت ہے۔

(۲) پہلی آیت کے لفظ ''کوثر'' کی نسبت سے اس سورت کا نام ''کوثر'' رکھا گیا ہے۔

(۳) اس سورۂ مبارکہ میں اللہ رب العزت نے مقامِ رسالت اور شانِ رسالت کا بیان فرمایا ہے اور بحیثیت مسلمان ہم جانتے ہیں کہ رسالت کا عقیدہ کس قدر اہم اور بنیادی عقیدہ ہے اسی لیے پورے قرآن میں جگہ جگہ توحید، رسالت اور آخرت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

(۴) اس سورت میں آپ ﷺ کی شخصیت اور مرتبہ کا ذکر ہے۔

(۵) اس سورت میں نماز اور قربانی کا بھی بطور خاص ذکر کیا گیا ہے کہ نماز بدنی عبادات کا نچوڑ ہے اور قربانی مالی عبادات کا بہترین خلاصہ ہے۔

(۶) سورہ کوثر میں خاص طور پر آپ ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ لوگوں کی باتوں سے دل برداشتہ نہ ہوں آپ کا مقام ومرتبہ ان باتوں سے کہیں اونچا ہے اور رہے گا۔

(۷) سورت میں اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کا طریقہ بھی سکھایا گیا ہے۔

(۸) سورت میں دین دشمنوں کے بدترین انجام کی پیشن گوئی بھی کی گئی ہے۔

(۹) سورت میں ہر اس شخص کے لیے تسلی کا سامان ہے جو لوگوں کے طعنے سنتا رہتا ہے اور اسے پریشان کیا جاتا ہے اس سورت میں تسلی دی جارہی ہے کہ اللہ ایسے لوگوں کے ساتھ رہتا ہے اور ان کو کبھی گرنے نہیں دیتا۔

(۱۰) وہ لوگ جو مظلومیت اور دشمنی کا شکار ہیں ان کے لیے بھی یہ سورت بہت اہم ہے۔

❖ مدیر مدرسہ دارارقم، لیاری، کراچی

پس منظر

رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت قاسم یا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہما کا بچپن میں ہی انتقال ہوا تو کفارِ مکہ جشن منانے لگے یہاں تک کہ نبی ﷺ کے چچا ابولہب لوگوں کے پاس جا جا کر مبارکباد دینے لگے کہ ''مبارک ہو! محمد کے بیٹے کا انتقال ہو گیا ہے'' ان کہ سوچ یہ تھی کہ اب محمد (ﷺ) کی کوئی نرینہ اولاد تو ہے نہیں سب لڑکیاں ہی ہیں اور نسل تو لڑکوں سے چلتی ہے اور لڑکے جو تھے ان کا انتقال ہو چکا، لہذا ان کی نسل آگے چلے گی ہی نہیں اور جب نسل ہی نہیں چلنے والی تو ان کا پیغام بھی ان کی زندگی تک محدود رہے گا اور اس طرح ان کے بعد کوئی نہیں ہوگا جو ان کے پیغام کو آگے لے جا سکے تبھی وہ آپس میں یہ کہتے پھرنے لگے کہ اس کی پروامت کرو ابھی فی الحال چاہے کتنا ہی شور شرابا ہو رہا ہے لیکن یہ سب زیادہ عرصے تک چلنے والا نہیں بلکہ کچھ وقت کی ہی بات ہے ان کی تحریک ان کے دنیا سے جاتے ہی دم توڑ دے گی اور پھر سے ہمارے بتوں کا بول بالا ہوگا۔

اس سورت میں اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو دو خوشخبریاں ایک ساتھ سنائی ہیں کہ آپ اپنے بچے کی وفات پر اور ان دشمنوں کے تبصروں سے پریشان نہ ہوں کیونکہ

(۱) ہم آپ کو ''کوثر'' جیسے اعزاز اور انعام سے نواز رہے ہیں۔

() جہاں تک دشمنوں کی بات ہے وہ آپ پر کیا تبصرہ کریں گے وہ تو خود بے نام ونشان اور عبرت کا نمونہ بننے والے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ صحابہؓ کیساتھ بیٹھے ہی تھے کہ آنکھ لگ گئی اور جھٹکے سے اٹھتے ہی مسکرانے لگے ،صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی مسکراہٹ کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بہت بڑے اعزاز سے نوازا ہے وہ یہ کہ ابھی وحی نازل ہوئی ہے جس میں مجھے بڑے انعام سے نوازا گیا ہے پھر آپ ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے مجھے کیا ملا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے ''کوثر'' سے نوازا گیا ہے۔

(۱) اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ

ترجمہ: (اے پیغمبر) یقین جانو ہم نے تمہیں کوثر عطا کر دی ہے۔

کوثر کیا ہے؟

(۱) کوثر سے مراد خیرِ کثیر ہے یعنی خیر کا اتنا بڑا اور زبردست سلسلہ جس میں دنیا آخرت کی ہر خیر اور

بھلائی شامل ہے۔

(۲) اس میں جنت کی ''کوثر'' نامی خاص نہر بھی شامل ہے۔

(۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ الْکَوْثَرُ الْخَیْرُ الْکَثِیرُ الَّذِی أَعْطَاهُ اللّٰهُ إِیَّاهُ قَالَ أَبُو بِشْرٍ قُلْتُ لِسَعِیدٍ إِنَّ أُنَاسًا یَزْعُمُونَ أَنَّهُ نَهَرٌ فِی الْجَنَّةِ فَقَالَ سَعِیدٌ النَّهَرُ الَّذِی فِی الْجَنَّةِ مِنَ الْخَیْرِ الَّذِی أَعْطَاهُ اللّٰهُ إِیَّاهُ.(۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کوثر سے مراد بہت زیادہ بھلائی (خیر کثیر) ہے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو عطا فرمائی ہے۔ ابو بشر کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے کہا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے تو انہوں نے کہا کہ جو نہر جنت میں ہے وہ بھی اس خیر اور بھلائی کا ایک حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو دی ہے۔(۲)

یعنی کوثر کا تعلق ہر قسم کی خیر اور بھلائی سے ہے جس میں جنت کی نہر " کوثر " بھی شامل ہے اور یہ سب کچھ آپ علیہ السلام کے اعزاز میں اللہ کی طرف سے دیا جا رہا ہے۔

(۴) کوثر میں کون کون سی بھلائیاں شامل ہیں اس متعلق علماء فرماتے ہیں کہ :

(۱) نبوت ورسالت کا ملنا

(۲) آپ علیہ السلام کا خاتم النبیین ہونا

(۳) شب قدر کا تحفہ ملنا

(۴) قرآن کریم کا نازل ہونا

(۵) معراج کا سفر کرنا

(۶) معراج کے سفر میں نماز کا تحفہ ملنا

(۷) رمضان المبارک اور روزوں کا سلسلہ

(۸) صحابہ کرام جیسے جاں نثار ساتھیوں کا ملنا

(۹) امت محمدیہ ﷺ کا بہترین امت ہونا

(۱۰) مختلف جنگوں، غزوات اور فتح مکہ کی صورت میں کامیابی کا ملنا وغیرہ

(۵) حوضِ کوثر

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَیْنَ بَیْتِی وَمِنْبَرِی رَوْضَةٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ

(۱) صحیح البخاری: ۶۵۷۸ (۲) صحیح البخاری: ۶۵۷۸

وَمِنْبَرِی عَلَی حَوْضِی.(۱)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر قیامت کے دن میرے حوض کوثر پر لگے گا۔(۲)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرا حوض (یعنی کوثر لمبائی چوڑائی میں) مہینے کی مسافت کے برابر ہے۔اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اور اس کے برتن (تعداد یا خوب صورتی میں) ایسے ہیں جیسے آسمان کے ستارے، جس نے اس نہر میں سے ایک دفعہ پی لیا وہ پھر کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا۔(۳)

اس نہر کا فاصلہ سینکڑوں کلومیٹر پر مشتمل ہے۔اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہوگا اس نہر کی دیواریں سونے کی ہوں گی اس نہر میں پینے کے پیالوں کی تعداد آسمان کیستاروں کی تعداد کیبر ابر ہوں گے اس نہر کی مٹی کی خوشبو مشک عنبر سے زیادہ خوشبودار ہوگی اس نہر کا فرش یاقوت اور ہیرے جواہرات سے بنا ہوگا۔سبحان اللہ

نبی ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اس نہر پر میں تم کو پانی پلاؤں گا، صحابہؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ ہمیں پہچانیں گے کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں تمہیں تمہارے وضو کے اعضاء کی چمک سے پہچان لوں گا۔''

عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ لَمَّا عُرِجَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى السَّمَاءِ قَالَ أَتَيْتُ عَلَى نَهَرٍ حَافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ مُجَوَّفًا فَقُلْتُ مَا هَذَا يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ هَذَا الْكَوْثَرُ.(۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کو معراج ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک نہر کے کنارے پر پہنچا جس کے دونوں کناروں پر خولدار موتیوں کے ڈیرے لگے ہوئے تھے، میں نے پوچھا اے جبریل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ حوض کوثر ہے (جو اللہ نے آپ کو دیا ہے)۔(۵)

أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ لَيُرْفَعَنَّ إِلَيَّ رِجَالٌ مِنْكُمْ حَتَّى إِذَا أَهْوَيْتُ لِأُنَاوِلَهُمْ اخْتُلِجُوا دُونِي فَأَقُولُ أَيْ رَبِّ، أَصْحَابِي، يَقُولُ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ.(۶)

میں حوض کوثر پر تم لوگوں کا استقبال کروں گا اور تم میں سے کچھ لوگ میری طرف آئیں گے جب

(۱) صحیح البخاری ۱۸۸۸ (۲) صحیح البخاری: ۱۸۸۸ (۳) صحیح بخاری
(۴) صحیح البخاری ۴۹۶۴ (۵) صحیح البخاری ۴۹۶۴ (۶) صحیح البخاری: ۷۰۴۹

میں انہیں (حوض کا پانی) دینے کے لیے جھکوں گا تو انہیں میرے سامنے سے ہٹا لیا جائے گا، میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میری امت کے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئی باتیں نکال لی تھیں۔(۱)

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ترجمہ: اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔

نعمتوں پر شکر ادا کرنا

(۱) سورہ کوثر کی اس دوسری آیت میں کوثر جیسی عظیم نعمت ملنے کے بعد اس نعمت پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔

(۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی نعمت کے ملنے پر اس کی قدر دانی کا یہی طریقہ ہے کہ اس ہر شکر ادا کیا جائے۔

(۳) قرآن کریم سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ نعمتوں پر شکر ادا کرنے سے نعمت میں برکت ہو جاتی ہے اور نعمت کی ناقدری کرنے سے وہ نعمت چھینی بھی جاسکتی ہے۔

(۴) سمجھ دار شخص وہی ہے جو اللہ کی نعمتوں کو سوچ سوچ کر بار بار یاد کر کے غور وفکر کرے، اس طرح کرنے سے نعمتوں میں اضافہ بھی ہوتا ہے، گناہوں سے بچنے کا حوصلہ بھی پیدا ہوتا ہے اور سب سے اہم بات اللہ رب العزت کے ساتھ بندے کا تعلق بن جاتا ہے۔

(۵) حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہ فرماتے ہیں:

انسان کی دو ہی حالتیں ہیں ایک جس میں اسے کچھ مل رہا ہے اور دوسرا جس میں نہیں مل رہا، فرمایا کہ جو مل رہا ہے اس پر شکر کرنا سیکھے اور جو نہیں مل رہا اس پر صبر کر کے اللہ سے بار بار ہر چھوٹی بڑی چیز اللہ سے مانگنے کی عادت بنالے۔ فرمایا کہ جو شخص یہ دو کام کرے گا اس کا اللہ رب العزت کے ساتھ تعلق بہت جلدی بنے گا جو کہ بہت ہی آسان اور مختصر طریقہ ہے۔

(۶) آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نعمت ملنے پر شکر ادا کرنے کا طریقہ بھی خود سکھا رہے ہیں۔

(۷) اس آیت میں شکر ادا کرنے کے دو طریقوں کا ذکر ہے:

(۱) نماز کی ادائیگی

(۲) قربانی

---

(۱) صحیح البخاری: ۷۰۴۹

(۸) آیت میں اللہ رب العزت بہت ہی پیارے انداز میں فرماتے ہیں کہ ''لربک'' یعنی ''اپنے رب کے لیے'' جس میں اشارہ اس طرف ہے کہ جب نعمت رب نے دی ہے تو نماز اور قربانی کا عمل بھی اسی کو راضی کرنے کے لیے کرو لہذا اپنے عمل میں اخلاص اور خالص پن پیدا کرو۔ ریا کاری دکھاوا اور لوگوں کو دکھانے کے لیے نیک کام مت کرو ورنہ یہ بے وفائی کا سودا ہو جائے گا کہ لیا کسی سے اور شکریہ کسی اور کا ادا کر رہے ہیں۔

(۹) نماز اور قربانی کا نام لے کر دین کے دو بہت بڑے شعبوں کی طرف اشارہ فرمایا کیونکہ اللہ کی عبادت کرنے کے دو ہی طریقے ہیں:

(۱) جانی عبادت

(۲) بدنی عبادت

جانی عبادات میں نماز، روزہ اور حج جیسی عظیم عبادات شامل ہیں جن میں انسان اپنی جان اور بدن کی توانائی خرچ کر کے اللہ کی رضا حاصل کرتا ہے اور مالی عبادات میں زکوۃ، قربانی اور حج جیسی عبادات شامل ہیں جن میں بندہ اپنا مال لگا کر اللہ کی رضا مندی حاصل کر لیتا ہے۔

(۱۰) سورہ کوثر کی اس دوسری آیت میں اللہ رب العزت جانی مالی دونوں عبادات کو ایک ساتھ ذکر کر رہے ہیں کہ نماز اور قربانی ان دونوں کی ایک مجموعی شکل ہے۔

(۱۱) آیت میں خاص طور نماز اور قربانی کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ نماز اللہ رب العزت کی یاد کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور اسی طرح قربانی کرنا مال خرچ کرنے کا سب سے بہترین مصرف ہے۔

(۱۲) خلاصہ یہ کہ اللہ رب العزت جب تمہیں کوئی نعمت دیں تو تم نماز روزہ حج اور زکوۃ قربانی وغیرہ جیسی عبادات کا اہتمام کرو اس طرح تم نعمتوں پر شکر ادا کرنے کے لائق بن سکو گے۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ

ترجمہ: یقین جانو تمہارا دشمن ہی بے نام ونشان ہونے والا ہے۔

دشمنان نبی کے لیے اعلان

(۱) سورہ کوثر کی اس تیسری اور آخری آیت میں اللہ رب العزت اپنے محبوب نبی کریم سرور دو عالم محمد مصطفی ﷺ کو پیار بھری تسلی دے رہے ہیں۔

(۲) اللہ رب العزت کو اپنے حبیب سے کیسی محبت ہے کہ جب محبوب کو طعنے دیے جا رہے ہیں

عین اسی موقع ہر اللہ کی رحمت جوش میں آ رہی ہے کہ خبر دار! میرے محبوب کو کچھ مت کہنا کیونکہ میرے محبوب کی تو بات ہی کچھ اور ہے تم آج کے بعد بس اپنی فکر کرو۔

(۳) ''ابتر'' عربی زبان میں ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جس کی کوئی نرینہ اولاد نہ ہو اور اسی وجہ سے اس کی نسل آگے نہیں چل سکے تبھی عرب ایسے شخص کو ابتر کہتے تھے کہ اس کی نسل آگے نہیں چلنے والی اور اس کا نام ونشان مٹ جانے والا ہے۔

(۴) جو طعنہ آپ علیہ السلام کو دیا گیا اللہ رب العزت اپنے حبیب کا بدلہ خود لیتے ہوئے انہی کی زبان میں جواب دیا کہ جس کو تم "ابتر " کہہ رہے ہو اس کا تم کچھ بگاڑ نہیں سکتے بلکہ اس طعنے کا شکار تم خود بننے والے ہو۔

(۵) اللہ رب العزت نے اپنا وعدہ اس طرح سچا فرمادیا کہ آج ڈیڑھ ہزار سال گزرنے کے باوجود آپ علیہ السلام کے نام کی دھوم مچا رکھی ہے اور دشمن کا کچھ اتا پتا نہیں۔

(۶) نسبی خاندان کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت نے آپ کی روحانی اولاد کا "امت مسلمہ " کے نام سے ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری فرمادیا۔

(۷) اللہ رب العزت نبی ﷺ کو تسلی دے رہے ہیں کہ جو جو آپ کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں وہ تارِ عنکبوت (مکڑی کا جالا) ثابت ہوں گے۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا، خاتون جنت بی بی فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ کے مبارک بطن سے سادات رسول کے نام سے دنیا کے چپے چپے میں آپ کی اولاد موجود ہے جن میں حسنی اور حسینی دونوں خاندان موجود ہیں۔

(۸) جب آپ علیہ السلام مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے نکلے تو صرف سیدنا ابوبکر صدیقؓ آپ کے ساتھ تھے اور جب واپس مکہ تشریف لائے تو دس ہزار کا لشکر فاتح بن کر اسی شہر میں داخل ہوا جہاں آپ کے دشمن ہوا کرتے تھے اور طعنے دیا کرتے تھے، آپ کے مبارک دور میں عرب کا پورا خطہ اسلام کی آغوش میں آ گیا اور مکمل جزیرۂ عرب اسلام کے قریب آ گیا، آپ کے بعد خلفائے راشدینؓ کے دور میں آدھی دنیا میں اسلام چھا گیا۔

اسی طرح ڈیڑھ ہزار سالہ تاریخ میں آج تک آپ ﷺ کا مبارک نام اذان کی صورت میں پوری دنیا میں کہیں نا کہیں گونج رہا ہوتا ہے، نماز میں درود شریف کی صورت میں، قرآن میں، حدیث میں، ذکر واذکار اور مناجات میں، ہر جگہ آپ کا نام نامی عقیدت محبت اور عشق وسرور کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

اسی طرح سیرت مصطفی ﷺ پر دنیا میں سب سے زیادہ مواد تیار کیا جا چکا ہے اور صرف آپ کی

مختصر سیرت نہیں بلکہ آپ کی ایک ایک ادا کو محفوظ کر کے امت تک پہنچایا جارہا ہے اور بالخصوص فن شعرو شاعری میں نعتیہ کلام کی ایک طویل فہرست ہے جو بڑھتی جارہی ہے۔

خلاصہ یہ کہ آپ کی سیرت وکردار کی ادا ادا محفوظ کرنے سے لے کر آپ کے پیغام تک اور پیغام سے لے آپ کے روضہ مبارک تک سب کچھ محفوظ ہے اور یہ سب کا سب آپ کی یاد تازہ کررہا ہے، یہاں تک کہ آپ کا نام زبان پر آنے کی صورت میں عقیدت ومحبت کے گہرے جذبات پیدا ہونے لگتے ہیں اور زبان درود پاک سے تر ہوکر آنکھیں چھلک جاتی ہیں۔

(۹) آیت میں آپ علیہ السلام کے دشمنوں کے خاتمے کا جو اعلان اللہ رب العزت فرمارہے ہیں یہ صرف اس دور کے ابوجہل اور ابولہب کے لیے نہیں بلکہ قیامت تک جو جو آپ کی ذات یا آپ کے پیغام کے ساتھ دشمنی کریں گے ان کے لیے یہی اعلان رہے گا۔ بقول اقبال

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز ☆ چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

(۱۰) اس دور میں بھی بولہبی شرارتیں سر اٹھاتی رہتی ہیں جن میں کوئی آزادء اظہار رائے کے نام پر گستاخی کرتا ہے، کوئی کارٹون بنالیتا ہے، کوئی آپ کی حدیث کا انکار کرلیتا ہے اور کوئی آپ کے منصب کو چھیننے کی کوشش کر کے ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔

(۱۱) اللہ رب العزت نے امت مسلمہ کو الحمد للہ یہ توفیق دے رکھی ہے کہ وہ بظاہر کیسے بھی ہوں لیکن اپنے پیارے نبی کی عظمت کے لیے ہر ممکن جدوجہد کرتے رہتے ہیں جس کے لیے تحریری، تقریری، سیاسی، قانونی، قومی، بین الاقوامی کے انداز کی ہر ممکن کوشش شامل ہوتی ہے اور یہ سب ہزار بار کرنا پڑے تو ہزار بار بھی کرلیتے ہیں تاکہ باطل کو یہ بات سمجھ آجائے کہ یہ امت اپنے نبی کی حرمت پر کبھی بھی کوئی سمجھوتہ نہیں کرسکتی اور نہ ہی کسی کو ایسا کرنے دے سکتی ہے۔

(۱۲) تاریخ کی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں جن میں مسیلمہ کذاب کے خلاف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، غلام احمد قادیانی کے خلاف مہر علی شاہ صاحب گولڑوی، لاہور میں غازی علم الدین، جرمنی میں عامر چیمہ، لیاری میں غازی عبدالقیوم، پنجاب میں ممتاز قادری اور موجودہ دور میں قادیانی مقدمات کے خلاف مولانا فضل الرحمٰن اور شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی اور بہت سے اکابر علماء، صوفیاء، اللہ والے اور امت کے مجاہدین نظر آتے ہیں اور یہ سب کے سب اس بات کا ثبوت پیش کررہے ہیں کہ باطل کے مقدر میں اللہ رب العزت نے ہمیشہ کے لیے ''ان شانئك هو الابتر'' کا اعلان کردیا ہے۔

قسط (۱)

فرشتوں کی دعاؤں کے مستحق خوش نصیب لوگ

مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی ❖

انسان کے لیے یہ سعادت مندی ہے کہ اس کی مانگی ہوئی دعائیں رب کی بارگاہ میں قبول کی جائیں یا لوگ اس سے اس درجہ محبت کریں کہ اس کے لیے پسِ پردہ دعائیں مانگیں۔ چنانچہ ہم بہت سے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ جب وہ کسی عالم یا بزرگ سے ملاقات کرتے ہیں تو ان سے اپنے لیے صحت وعافیت ، نیک اعمال کی توفیق اور دنیا وآخرت میں کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ جبکہ بعض احباب اپنے نیک بھائیوں سے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ وہ اپنی دعاؤں میں انہیں یاد رکھیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ کسی شخص کی اپنے بھائی کے لیے پسِ پردہ میں کی گئی دعا قبول ہوتی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ مسلمان کی اپنے بھائی کے لیے اس کی پیٹھ پیچھے کی گئی دعا مستجاب ہوتی ہے، اس کے سر کے قریب ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے، وہ جب بھی اپنے بھائی کے لیے دعائے خیر کرتا ہے تو مقرر کیا ہوا فرشتہ اس پر کہتا ہے: آمین، اور تمہیں بھی اسی کے مانند عطا ہو۔ (۱)

جب آپ کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں بزرگ، فلاں عالم، فلاں مفتی یا آپ کے والدین میں سے کسی نے آدھی رات کو آپ کی صحت وعافیت، کامیابی وکامرانی اور توفیقاتِ خیر کیلئے دعا کی ہے تو بلاشبہ آپ کی خوشی کی کوئی انتہاء نہیں رہتی لیکن اگر آپ کو بتایا جائے کہ چند اعمال ایسے ہیں جن کو اپنانے سے فرشتے بھی آپ کے لیے دعائیں کریں گے تو یقیناً آپ بے حد مسرت اور اطمنان محسوس کریں گے۔

کسی شخص کے لیے اس سے بڑھ کر نیک بختی اور سعادت مندی اور کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ کے فرشتے اس کے لیے دعائے خیر کریں۔ اور یہ تو آپ جانتے ہیں کہ سب سے زیادہ موثر، سودمند اور قبولیت کے سب سے زیادہ قریب فرشتوں کی دعائیں ہیں۔ جس بندے کے حق میں ایک فرشتہ بھی دعا کرے تو اس دعا کے

❖ مرکزی صدر اسلامک رائٹرز موومنٹ، پاکستان

(۱) صحیح مسلم: ۲۷۳۳

قبول ہونے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں ہے۔قرآن وحدیث سے یہ ثابت ہے کہ فرشتے مومنین کے لئے یا کچھ مخصوص اعمالِ صالحہ کرنے والوں کے لئے رحمت ومغفرت کی دعا کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعال کا ارشاد ہے: اللہ وہی ہے جو تم پر رحمت فرماتا ہے اوراس کے فرشتے بھی تمہارے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں تاکہ وہ تمھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور اللہ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔(۱)

دوسرے مقام پر عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے فرشتوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: جو فرشتے عرش اٹھائے ہوئے ہیں، اور جو فرشتے اس کے گرد جمع ہیں، یہ سب اپنے رب کی پاکی بیان کرتے ہیں، اور اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور ایمان والوں کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں، (کہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! تو نے اپنی رحمت اور علم سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے لہذا انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں اور تو انہیں دوزخ کے عذاب سے بھی بچالے۔(۲) ان آیتوں سے یہ واضح ہوگیا کہ فرشتے مومنین کے لئے رحمت ومغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

پہلی صف میں کھڑے ہونے والے

فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق بننے والے خوش نصیب لوگوں میں ایک وہ شخص ہے جو نماز کے لیے پہلی صف میں کھڑا ہو، چنانچہ حضرت برا ابن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالی پہلی صف والوں پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے، اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں (۳)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ پہلی صف والوں کے لیے تین بار اور دوسری صف والوں کے لیے ایک بار استغفار کی دعا فرماتے تھے۔(۴)

حضرت برا ابن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ (تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے) ایک سرے سے دوسرے سرے تک صفوں کے درمیان چلا کرتے تھے۔ ہمارے کندھوں اور سینوں کو ہاتھوں سے پکڑ پکڑ کر سیدھا کرتے اور فرماتے تھے: آگے پیچھے کھڑے نہ ہو ورنہ تمہارے دل ایک دوسرے سے مختلف ہو جائیں گے (ان میں پھوٹ پڑ جائے گی)۔اور فرماتے تھے: تحقیق اللہ تعالی اگلی صفوں کے لیے خصوصی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔اور اس کے فرشتے ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔(۵)

---

(۱) سورۃ الاحزاب:۴۳ (۲) سورۃ غافر:۷ (۳) صحیح ابن ماجہ:۸۲۳

(۴) صحیح ابن ماجہ:۸۲۲ (۵) صحیح النسائی:۸۱۰

صفوں میں دائیں طرف کھڑے ہونے والے

فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق بننے والے خوش نصیب لوگوں میں ایک وہ شخص ہے جو صفوں میں دائیں طرف کھڑے ہو۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صفوں کے دائیں جانب پر اللہ تعالی اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے، اور اس کے فرشتے دعائے خیر کرتے ہیں۔(۱)

رسول اللہ ﷺ ہر اس کام میں دائیں طرف کو ترجیح دیتے تھے جو طبعًا شرعًا مستحسن ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا ارشاد ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام کاموں میں (جیسے) وضو کرنے، کنگھی کرنے اور جوتے پہننے میں دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے۔(۲)

صفوں کو ملانے اور جوڑنے والے

فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق بننے والے خوش نصیب لوگوں میں ایک وہ شخص ہے جو صفوں کو جوڑے اور ملائے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالی ان لوگوں پہ اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے دعا کرتے ہیں جو صفوں کو ملاتے ہیں، اور جو شخص صف میں خالی جگہ بھر دے تو اللہ تعالی اس کے سبب اس کا ایک درجہ بلند فرمائے گا۔(۳)

نماز فجر اور عصر باجماعت ادا کرنے والے

فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق بننے والے خوش نصیب لوگوں میں ایک وہ شخص ہے جو فجر اور عصر کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کہ جس نے فجر کی نماز پڑھی پھر وہ اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہا تو فرشتے اس کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں ، اور فرشتوں کی دعا یہ ہوتی ہے: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اے اللہ! اس پر رحم فرما۔(۴)

ایک اور مقام پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: رات اور دن

---

(۱) حسن اسنادہ شعیب الارناؤط فی تخریج شرح السنۃ: ۸۱۹ (۲) صحیح البخاری: ۱۶۸، وصحیح مسلم: ۲۶۸

(۳) صحیح ابن ماجہ: ۸۲۱ (۴) رواہ احمد وحسنہ احمد شاکر فی تخریج المسند: ۲/۳۰۶

کے فرشتے فجر اور عصر کی نماز میں اکٹھے ہوتے ہیں، چنانچہ جب فجر میں جمع ہوتے ہیں تو رات کے فرشتے چڑھ جاتے ہیں، اور دن کے فرشتے باقی رہتے ہیں اور جب عصر میں جمع ہوتے ہیں تو دن کے فرشتے چڑھ جاتے ہیں، اور رات کے فرشتے باقی رہتے ہیں، چنانچہ ان کا رب ان سے پوچھتا ہے (حالانکہ وہ سب کچھ جانتا ہے) میرے بندوں کو تم نے کس حالت میں چھوڑا؟ تو وہ کہتے ہیں: ہم ان کے پاس سے آئے اس حال میں کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور نماز ہی کی حالت میں ہم انہیں چھوڑ کر آئے ہیں، لہذا قیامت کے دن ان کی مغفرت فرما دینا۔(۱)

نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھے رہنے والے

فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق بننے والے خوش نصیب لوگوں میں ایک وہ شخص ہے جو نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھے رہتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ بندہ مسلسل نماز ہی میں ہوتا ہے جب تک وہ نماز کی جگہ پر نماز کے انتظار میں رہتا ہے اور فرشتے کہتے رہتے ہیں: اے اللہ! اسے معاف فرما، اے اللہ! اس پر رحم فرما۔ یہاں تک کہ وہ چلا جاتا ہے یا بے وضو ہو جاتا ہے۔(ابو رافع کہتے ہیں) میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: حدث کا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے کہا: آواز کے بغیر یا آواز کے ساتھ ہوا خارج کر دے۔(۲)

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جماعت کے ساتھ کسی کی نماز بازار میں یا اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے ۲۳ تا ۲۷ درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ کیونکہ جب ایک شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر مسجد میں صرف نماز کے ارادہ سے آتا ہے۔ نماز کے سوا اور کوئی چیز اسے لے جانے کا باعث نہیں بنتی تو جو بھی قدم وہ اٹھاتا ہے اس سے ایک درجہ اس کا بلند ہوتا ہے یا اس کی وجہ سے ایک گناہ اس کا معاف ہوتا ہے اور جب تک ایک شخص اپنے مصلے پر بیٹھا رہتا ہے جس پر اس نے نماز پڑھی ہے تو فرشتے برابر اس کے لیے رحمت کی یوں دعائیں کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ! اس پر اپنی رحمتیں نازل فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما۔ یہ اس وقت تک ہوتا رہتا ہے جب تک وہ وضو توڑ کر فرشتوں کو تکلیف نہ پہنچائے جتنی دیر تک بھی آدمی نماز کی وجہ سے رکا رہتا ہے وہ سب نماز ہی میں شمار ہوتا ہے۔(۳)

---

(۱) صحیح الترغیب: ۴۶۳ (۲) صحیح مسلم: ۶۴۹ (۳) صحیح البخاری: ۲۱۱۹، صحیح مسلم: ۶۴۹

قسط (۲)

دارالعلوم دیوبند کے ایک گمنام عالم

حضرت مولانا محمود الحسن خاں اروئیؒ

(سوانح زندگی پر ایک قدیم تحریر)

مولانا محمد طلحہ نعمت ندوی❖

مولانا کو جو دیوبند سے سند ملی ہے اس کی نقل یہ ہے:

سند الفراغ عن المدرسة العربية العالية الإسلامية الديوبندية

الحمد لله الذى أعز العلم فى الأعصار ونصر حزبه وجند الأخياروأنجز وعده برفع درجاته فى دار القرار وجعلهم عمائد الاسلام وخزائن الأسرار وخذل من خالفهم من الجهلاء الأشرار، والصلاة والسلام على من أوتى الحكمة وفصل الخطاب، وبعث معلماً للأمة مقاصد الوحى والكتاب، وعلى آله وأصحابه الذين بذلوا جهدهم فى تبليغ الحلال والحرام فرضى الله عنهم وعمن تبعهم بالإحسان وسائر الأئمة سيما أبى حنيفة النعمان.

أما بعد فإن الأخ الصالح البارى المولوى محمود الحسن بن سراج الدين المتوطن "بهيكن بور دهونى "من مضافات "كيا "قد دخل هذه المدرسة العربية الإسلامية الديوبندية، التى هى مركزالعلوم الدينية ومدارها ومنها تنفجر أنهارها وبحارها بعشرة شوال المكرم سنة سبعين وثلاثين بعد ألف وثلاث مائة من الهجرة النبوية على صاحبها ألف ألف سلام وتحية، فقرأ من علم التفسير الجلالين والبيضاوى ومن علم الحديث وأصوله صحيحى الأمامين الهمامين البخارى ومسلم وسنن أبى داود والنسائى وابن ماجه والترمذى وشمائل الترمذى والموطأ للإمامين القدوتين مالك ومحمد ومعانى الآثار للإمام الطحاوى رحمهم الله ومشكاة المصابيح ونخبة

❖استھانواں، بہار شریف

الفكر، ومن علم الفقه وأصوله مختصر القدورى وكنز الدقائق وشرح الوقاية والهداية بتمامها وأصول الشاشى ونور الأنوار والتوضيح والتلويح ومسلم الثبوت، ومن علم العقائد والكلام شرح العقائد والأمور العامة ومن علم المعانى والبيان مختصر المعانى والمطول ومن الأدب نفحة اليمن والمقامات للحريرى وديوان المتنبى وديوان الحماسة ومن علم المناظرة الرشيدية ومن علم المعقول والفلسفة قال أقول والمرقات والتهذيب والقطبى و حاشية لمولانا السيد الشريف وسلم العلوم وشرحه لمولانا محمد حسن وحمدالله والميبذى والصدرا والشمس البازغة ومن علم الهيئة شرح الجغمينى ومن علم النحو الكافية لمولانا الجامى، وبقى مدة ما قرأ على طريقة حسنة رضى الله عنها الأساتذة والأركان المدرسة(كذا)، وهو عندنا سليم الطبع مستقيم الفهم وجيد الفكر، له مناسبة تامة بالعلوم واستعداد يقتدر به على نشر العلم وأفادة المسلمين، والآن لى طلب من الإجازة أجزناه وكتبنا له هذه الورقة لتكون سنداً وتذكرة عند مسّ الحاجة، ونوصيه ـ وبالله التوفيق ـ أن يتقى الله سراً وعلانية ويتبع السنة السنية مشتغلاً بنشر الأحكام الشرعية مكبا على مطالعة الكتب الدرسية مجداً فى ترويج العلوم الدينية وأن يكون مقتفياً لآثار السلف، مجتنباً عما أحدثه المبتدعة من الاختراع فى الدين عاضاً بنواجذه على ما مضى عليه القرون المشهود لها بالخير من الصحابة والتابعين والأئمة والمجتهدين وأن لا ينسانا فى دعواته الصالحة والله الموفق والمعين وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، وكان ذلك ستا وعشرين من شهر رجب المرجب سنة ألف وثلاث مائة من الهجرة النبوية ﷺ.

إمضاء ات الأراكين والمدرسين

محمد احمد مہتمم دارالعلوم، محمد انور عفا اللہ عنہ، مہر عزیز الرحمٰن، خاکسار سراج احمد رشیدی، فقیر اصغر حسین عفا اللہ عنہ، محمد ادریس کاندھلوی غفرلہ، سید محمد ادریس عفا اللہ عنہ، بدر عالم عفا اللہ عنہ، عبدالسمیع عفی عنہ، محمد رسول خان عفا اللہ عنہ، مہر اعزاز علی غفرلہ، بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ

علاوہ سند مدرسہ اسلامیہ دیوبند کے بہ سلسلہ امیدواری صدر مدرسی مدرسہ اسلامیہ سرونج جناب شیخ الحدیث مولانا مولوی انور شاہ صاحب نے اپنے قلم خاص سے تصدیق فرمائی ہے کہ:

خدمت عالی میں معروض ہے کہ جناب مولوی محمود الحسن گیاوی فارغ التحصیل دارالعلوم دیوبند میں

رہے، اور جملہ کتب درسیہ وفنون عقلیہ ونقلیہ ترتیب ومحنت سے پوری کیں، اور ذاتی تجربہ سے کہہ سکتا ہوں کہ موصوف کی استعداد و دیانت وشرافت اخلاق بہتوں سے بہتر ہے، تقریر وتحریر بھی عمدہ ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ مفوضہ خدمت کو ہر طرح سے خوش اسلوبی سے انجام دیں گے۔ واللہ الموفق، جمادی الاولیٰ ہجری۔

مولانا کے آنے پر پولیس سرونج نے مقامی پولیس سے حالات، چال چلن مولانا محمود الحسن دریافت کیے تو یہ جواب دیا گیا کہ ''مولانا ممدوح المدح پولیس اسٹیشن علاقہ ہذا کے باشندے ہیں، وہ اچھا، مہذب چال چلن رکھتے ہیں، وہ ایک شریف خاندان کے فرد ہیں، انہوں نے بمعاملات پولٹیکل کوئی حصہ نہیں لیا''۔ ۲۹ر ستمبر ۱۹۲۹۔

مثل مشہور ہے کہ سونا جانے کسے اور آدمی جانے بسے۔ مولانا کی خدمت مفوضہ انجام دینے اور حالات جانچنے ورہنے سہنے، ملنے جلنے سے مولانا میں جو اعلیٰ ترین اخلاق حسنہ پائے گئے ہیں وہ باہر از بیان ہیں، چیدہ چیدہ حالات مشتے نمونہ بیان کیے جاتے ہیں۔ مولانا احکام شریعت کے پورے پابند ہیں، نماز خمسہ اطمینان سے وقت مقررہ پر مسجد میں با جماعت حتی المقدور ادا کرتے ہیں۔ نماز تہجد ناغہ نہیں ہوتی، مولانا کی گفتگو سلیس عام فہم الفاظ میں ہوتی ہے، دل شکنی کا پہلو گفتگو میں نہیں ہوتا، طامع وحریص نہیں ہیں، مستعد و جفاکش اور کم سخن ہیں۔ تعلیمی دلچسپی کا یہ حال ہے کہ خلاف وقت مدرسہ رات میں بھی عموماً تعلیم دیتے ہیں اور پوری دلچسپی لیتے ہیں، وعظ گوئی میں مولانا کو خاص ملکہ ہے، مولانا کا وعظ عام فہم زبان میں بامحاورہ ہونے کے علاوہ الفاظ تقریر سامع کے دل نشین ہوتے جاتے ہیں اور دقائق وحقائق ونکات کو اس حسن خوبی سے صاف کر کے بیان کیا جاتا ہے کہ سامع کو اس کے سمجھنے میں کوئی اشکال یا ایہام نہیں رہتا۔ وعظ مسلسل وبانتیجہ ہوتا ہے، دوران تقریر اگر کسی کو گنہگار کہنا مقصود ہوتا ہے تو مولانا اس کے لیے اپنی مثال پیش کرتے ہیں اور اپنے لیے دعا کراتے ہیں۔ مولانا علم فقہ کے ماہر ہیں، ایفائے عہد کا حد درجہ خیال ہے، چند مواقع وطن سے آنے کے پیش آئے، وقت مقررہ پر تشریف لائے خواہ سواری آرام کی ملی یا تکلیف دہ۔ رات کے کسی حصہ میں آکر پہنچے مگر مقررہ تاریخ کو ٹلنے نہیں دیا۔ حالانکہ وطن کا فاصلہ بہت دور دراز ہے۔ طلباء سے شفقت واخلاق سے پیش آتے ہیں۔ طلبہ کو بھی مولانا سے دلی اُنس ہے۔ اپنے پاس سے انعام دیتے ہیں اور وطن سے تشریف لاتے وقت تحفہ تقسیم کرتے ہیں۔ حلال وحرام میں خاص امتیاز ہے۔ خوش لباس ہیں۔ اوقات مدرسہ میں کوئی ذاتی کام نہیں کرتے ہیں۔ ملتے ہیں تو خلوص سے، بیماروں کی عیادت کرتے ہیں، میت کے دفن میں سبقت کر کے جاتے ہیں۔ کوئی عالم صاحب سرونج تشریف لاتے ہیں تو ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ واعظ نثار علی صاحب، مولانا عبد القادر صاحب، مولانا ضیاء الدین صاحب

،مولانا غلام رسول صاحب یکے بعد دیگرے تشریف لائے تو ان کی خدمت میں حاضر ہوئے ،اور ہر طریق عمل میں مداومت پائی جاتی ہے۔اپنے استاذ شیخ الحدیث موصوف سے بہت عقیدت مند ہیں اوران کے اس فرمان کے کہ یہ زمانہ شر وفساد کا ہے اختلافی وشر آمیز باتوں سے گریز کرنا چاہئے اور اتحاد و میل جول رکھنے کی تقریر کرنا چاہئے ہر وقت پابند پائے جاتے ہیں۔چنانچہ حسب ذیل مواقع پر مولانا نے قیاس کے خلاف تحمل و بردباری سے کام لیا۔

واعظ نثار علی صاحب ابتداء سرونج تشریف لائے ،جامع مسجد میں قیام ہوا،مولانا مع چند طلباء ملنے گئے ،واعظ صاحب نے یہ معلوم کر کے مولانا مدرسہ اسلامیہ کے مدرس ہیں مختصر سی تقریر تعلیمی نکتہ پر کی ،مولانا خاموشی سے سنتے رہے،بعد ختم تقریر اجازت لے کر چلے ،جب دروازہ پر پہنچے تو ہمنشینان واعظ نثار علی صاحب نے ٹھٹھا کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ واعظ صاحب کے سامنے کچھ نہ بولا گیا۔

جب مدرسہ اسلامیہ بازار والے مکان میں تھا مولانا نماز ظہر ،عصر بوجہ قرب مع طلباء جامع مسجد میں پڑھتے تھے ،بہ تحریک محمد علی صاحب مولانا کے پیچھے نماز پڑھنے سے کنارہ کرتے ہوئے وہابی وغیر مقلد کہا لیکن مولانا کا صبر قابل ملاحظہ ہے کہ اف تک نہیں کیا،اور مولانا بجائے جامع مسجد کے کمنگراں کی مسجد میں نماز پڑھنے لگے تو کئی دفعہ طلبائے دیگر مکاتب نیہنگام مصروفیت نماز وہابی وغیر مقلد۔کا نعرہ بلند کیا۔

عبدالمجید خاں صاحب عرف منومیاں محلّہ تلیا کے مکان پر کھلے میدان میں مولانا کا وعظ ہوا،وعظ کے قریب چند شخص بیٹھے اس طرح ہنس بول رہے تھے گویا دوسرا چرچا یہاں نہیں ہو رہا ہے،اس پر بھی مولانا کی تیوری پر بل نہیں آیا۔منشی محبوب عالم صاحب سب انسپکٹر صاحب پولس کے یہاں مولانا نے میلاد شریف پڑھا۔ہنگام پڑھنے میلاد شریف کسی نے مکان کے باہر مہمل الفاظ میں اس پڑھنے کی مذمت کی۔

بوقت تقریر وعظ جو مولانا ہر جمعہ کو فرماتے تھے اور جس روز امتحانی میلاد شریف شروع ہونے والا تھا قبل شروع ہونے میلاد شریف حیدر علی خاں صاحب نے مسجد کے اوپر پیر لٹکا کر بیٹھ کر کہا کہ مولانا جو وعظ میں بار بار وجود باری تعالیٰ کا استعمال کرتے ہیں تو خدا کے پیر،ہاتھ ،ناک ،کان ہے جو وجود کا لفظ بولتے ہیں،ان کو وعظ کی کیا ضرورت ہے،کیوں وعظ کہتے ہیں۔

جامع مسجد میں بہ سلسلہ اتحاد واتفاق نثار علی صاحب نے عام مجمع میں جہاں حکام بھی تھے مولانا کی تقریر جوابی پر جو عین تحت شریعت تھی ،گمراہ ،مضل کہہ کر یہ کہا کہ ان کے دل میں حضور ﷺ کی عظمت نہیں ہے،مولانا کے اکابر علماء کی شان میں بھی برے الفاظ کہہ کر جذبات میں ٹھیس لگائی۔لیکن مولانا نے اس کو بھی صبر وتحمل سے برداشت کیا۔

اصغر محمد صاحب کے یہاں وعظ مولانا عبدالقادر صاحب کا ہوا جس کے آخر میں کسی قدر ذکر میلاد شریف آیا، اور وقت قیام مولانا کے دست بستہ نہ کھڑے ہونے پر بخلاف حکم کونسل عالیہ ٹونک عبدالکریم محتسب شور وغل کرتا ہوا کوتوالی کی طرف لے گیا۔

ابتدائے مئی لغایت مئی واعظ نثار علی صاحب نے منہ پر و پس غیبت شہر اور دیہات میں لفظاً و معنیً مولانا کے خلاف تقریریں کیں، ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے روک دیا، ان کو غیر مقلد و وہابی کہا، عوام نے علماء اور ان کے متعلقہ مدرسہ اسلامیہ سرونج کے خلاف کیا کیا بہتان باندھے، کیسے کیسے حملے کئے اور ان کی بیخ کنی میں کوئی کسر نہیں رکھی وغیرہ۔ دس سال سے بہ سلسلہ صحت حرف ضاد وافتتاح مدرسہ وغیرہ میں مجھ پر سخت حملے ہوئے، میری ذات، میری ملازمت پر حملے کئے گئے، میرے خلاف جھوٹی جھوٹی شکایتیں بھی ہوئیں اور میں مولانا کا خادم خاص بھی ہوں، خصوصیت سے کوشش کر کے طلباء مدرسہ سے ہٹائے گئے، جن میں خاص طلبہ بھی تھے، مگر مولانا نے اپنے کسی وعظ، کسی تقریر میں تذکرۃ، قولاً، فعلاً نہ اس کی تردید کی اور نہ ان افعال کی ضد میں کچھ فرمایا، نہ اپنے زیر تعلیم طلباء سے تقریر کے سلسلہ میں کچھ کہلایا، سوائے اس موقع جامع مسجد کے کہ مسلمانان سرونج کی طرف سے سوالات ہوئے، ٹھنڈے دل سے جوابات دئے گئے۔ ان کو علماء اور فقہاء نے جائز بتلایا، اور کبھی اس قسم کی کوئی گفتگو نہیں کی۔

مدرسہ کو جب نائب صدر مدرس کی ضرورت پیش آئی تو انہی حضرت نے جناب مولوی قاری سید فصیح احمد صاحب کو منتخب کیا اور قبل از وقت انہیں پیش کر کے کہہ دیا کہ ان کی لیاقت ادبی مجھ سے زیادہ ہے اور واقعی وہ ایسے پائے گئے۔ آج تک مولانا نے اپنے نائب کی کسی بات پر اظہار ناراضگی نہیں کیا، دونوں حضرات میں انتہائی درجہ اتفاق و محبت ہے۔ کبھی کوئی مسئلہ بتانے کی ضرورت پیش آئی یا کوئی امر مدرسہ کے نظام سے متعلق ہوا تو بغیر مشورہ نائب صدر مدرس صاحب یہ کام نہیں کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح بوقت ضرورت تقرر قاری مستند قاری عبدالاحد صاحب کی نسبت اظہار رائے کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے زیادہ عرصہ ہوا ہے جب ان کو دیکھا ہے، زمانہ رخصت میں مجھے ان کی جانچ کا موقع دیا جائے، اس وقت ان کو بلایا جائے مگر مدرسہ نے سخت ضرورت پر بلالیا، وہ اپنے فن کے پورے ماہر تھے جو استعفا دے کر چلے گئے، مدرسہ بھی ان کی جانب سے مطمئن نہیں رہا۔

مولانا اپنی ذاتی کتب کا اچھا خاصا ذخیرہ ساتھ رکھتے ہیں اس سے درس تدریس میں مدد لی جاتی ہے، بارہا کا مشاہدہ ہے کہ رات و دن میں بوجہ کثرت بارش راستہ مدرسہ سے مسجد تک کثرت پانی سے ناقابل رفتار ہے، مگر مولانا جوتا اتارے ہوئے ہاتھ میں لئے ہوئے پا پیادہ مسجد میں تشریف لائے ہیں۔

پہلی قسط

خمخانۂ قاسمی کا ایک جرعہ نوش

مولانا حکیم محمد صدیق صاحب قاسمی مرادآبادیؒ

مولانا نسیم احمد فریدیؒ

مرادآباد میں مدرسہ شاہی سے بہت دور، شہر کے ایک کنارے پر ایک محلّہ ہے جو محلّہ بغیر یفیہ کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت شیخ الاسلام مدظلہ جب کبھی مرادآباد تشریف لاتے ہیں اسی محلّہ کے ایک قدیم طرز کے مکان میں قیام پذیر ہوتے ہیں حتی کہ چند گھنٹے کے لئے بھی مرادآباد میں ورودِ مسعود ہوتا تو سامانِ سفر اسی مکان میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ اس میان کے مکین کا نام تو مجھے معلوم ہوگیا تھا، اُن کے نام کے مکتوب بھی لطائف قاسمیہ میں میری نظر سے گذرے تھے، لیکن تفصیلی حالات معلوم نہ تھے۔ حکیم محمد عمر صاحب مرادآبادی نبیرۂ حضرت مولانا محمد صدیق صاحبؒ سے چند ماہ ہوئے اس غرض سے ملاقات کے لئے گیا کہ وہ اپنے دادا کی سوانح سے مجھے مطلع فرمائیں۔ انہوں نے از راہِ کرم حضرت مولانا مرحوم کے غیر مطبوعہ دیوان فارسی اور ایک مختصر مجموعۂ کلام اردو کی زیارت کرائی اور اور اس دیوان فارسی پر جو مقدمہ اُن کے والد ماجد مولانا محمد فاروق صاحب مرادآبادیؒ کا ہے وہ بھی دکھایا، اُس میں سوانح بھی ہے اور حضرت مرحوم کے طبعی کمالات اور کلام فارسی پر سیر حاصل تبصرہ بھی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ مجھے اُن غیر مطبوعہ مکتوبات کی زیارت بھی کرائی جو حضرت قاسم العلوم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ وغیرہم اکابر کے قلم مبارک سے لکھے ہوئے محفوظ رکھے ہیں۔

اُن کے مکتوبات میں سے چند مکتوب تو پھر کسی موقع پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا، اس وقت مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت مولانا قاسمی مرادآبادیؒ کے حالاتِ زندگی، اُن کے کمالات اور خصوصیات کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالوں اور مدیر رسالہ دارالعلوم کی فرمائش پر اُن کی خدمت میں برائے اشاعت روانہ کردوں۔ اس مضمون کا ماخذ حضرت مولانا محمد فاروق صاحب مرادآبادی کا ''مقدمۂ دیوان فارسی''

❖ سابق استاذ حدیث مدرسہ اسلامیہ، جامع مسجد، امروہہ

ہے۔میں عالی جناب حکیم محمد عمر صاحب مدظلہٗ کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ انہوں نے کئی مرتبہ اپنا قیمتی وقت اپنے دادا کے علمی تبرکات دکھانے میں صرف کیا۔ایک مطبوعہ مجموعہ قصائد ''گلستانِ مناقب'' بھی برائے مطالعہ مجھے عنایت کیا اور مہمان نوازی کا حق ادا کرتے ہوئے ایک حقیر طالب علم کے ذوقِ جستجو کی رہنمائی فرمائی۔اب آپ حضرت قاسم العلوم والمعارفؒ کے ایک باکمال شاگرد اور خلیفہ کے کچھ حالات و سوانح ملاحظہ فرمائیں۔

نام ونسب

مولانا حکیم محمد صدیق صاحب قاسمی،صدیق اور قاسمی تخلص،تاریخی نام آپ کا مظہر حسن،۲۰؍ذی قعدہ ۱۲۶۳ھ یوم چہارشنبہ ۱۶؍اپریل ۱۸۴۷ء کو ولادت ہوئی۔آپ کے والد ماجد کا اسم مبارک مولانا محمد امین الدین ہے۔آپ نسباً صدیقی ہیں،آپ کے اجداد فتنۂ چنگیز خانی میں تبریز سے ہندوستان آئے، بزرگوں کا وطن مرادآباد آنے سے پیشتر گڑھ مکٹیسر تھا، جہاں حضرت خواجہ اور بخش گڈھ مکٹیسریؒ کا مزارِ مبارک ہے۔آپ حضرت گڈھ مکٹیسریؒ کی ہمشیرہ مسماۃ جیا بی بی کی اولاد میں تھے۔اس لحاظ سے آپ حضرت خواجہ اللہ بخشؒ کے خواہرزادہ ہوتے ہیں۔شاہ جہاں کے عہد میں آپ کے بزرگ مرادآباد آئے۔ اجداد میں قدیم سے علم وفضل اور فن سپہ گری کا اجتماع تھا۔۱۸۵۷ء کے بعد سے صرف علم باقی رہ گیا۔

ابتدائی تعلیم

ابتدائی تعلیم فارسی اپنے والد ماجد سے پائی، نیز میر بشارت علی سنبھلی اور مولوی محبوب علی صاحب (سنبھلی دروازے والے) سے فارسی اور دینیات پڑھی۔آپ نے اپنے نانا حکیم محمد عطاء حسین صاحب کے ظل عاطفت میں پرورش وتربیت پائی۔حکیم محمد عطاء حسین مرادآباد کے بڑے نامی گرامی طبیب ونباض تھے۔آپ کی اولاد میں صرف ایک لڑکی مولانا محمد صدیق صاحبؒ کی والدہ تھیں۔ جب مولانا محمد صدیق صاحبؒ پیدا ہوئے تو ننہیال میں بڑی خوشیاں ہوئیں اور نانا نے اپنے نواسے کو متبنّٰی بنا کر نہایت نازونعم کے ساتھ پالا۔حکیم محمد عطاء حسین صاحب اور اُن کے والد حکیم حفیظ الدین صاحب نے مولانا محمد صدیق صاحبؒ کو اُن کی کم سنی ہی سے فن طبابت سکھانا شروع کردیا تھا۔آپ کو شروع ہی سے حافظہ، ذہن، ذکاوت اور سلامت فہم منجانب اللہ غیر معمولی طور پر عطا کئے گئے تھے۔حاذق حکماء کی تربیت نے سونے پر سہاگہ کا کام انجام دیا۔آپ کے نانا اور مشہور طبیب حکیم محمد نثار علی صاحب امروہیؒ کے درمیان بہت خلوص اور اتحاد

تھا۔ جب کبھی حکیم صاحب امروہیؒ مرآد آباد تشریف لاتے تو اپنے دوست کے ہونہار نواسے کو بلا لیا کرتے تھے۔ اس طرح امروہہ کے اس باکمال طبیب سے بھی استفادہ کا موقع ملتا رہا۔

حضرت نانوتویؒ کی خدمت میں پہلی بار حاضری

مولانا محمد صدیق صاحبؒ میں ابتدائے عمر ہی سے شوق تحصیل علوم وکمال درجے تھا، جس کی تکمیل مکان پر رہ کر نہیں ہوسکتی تھی۔ اسی شوق میں آپ ایک مرتبہ اپنے چھوٹے بھائی مولوی شمس الدین (۱)

---

(۱) مولوی شمس الدین صاحب آخر میں مجذوب ہو گئے تھے، ان کو مثنوی مولانا رومؒ کے اشعار بہت یاد تھے۔ خوب یاد ہے کہ ایک مرتبہ جامع مسجد مراد آباد میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دار العلوم دیوبند کا وعظ ہو رہا تھا اور مولوی شمس الدین صاحب خوش ہو رہے تھے اور جامع مسجد کے صحن اور دالانوں میں گھوم رہے تھے کہ حضرت قاسم العلومؒ کے ابن الدین وعظ فرمارہے ہیں۔ قاسمی نسبت کی بنا پر امروہہ میں حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحبؒ مفسر کی خدمت میں بھی اسی حالت جذب میں آتے رہتے تھے۔ حضرت حافظ صاحبؒ کی درسگاہ میں آئے، کچھ دیر بیٹھے اور تمام احاطے میں چکر لگا کر تشریف لے گئے۔ بس یہ ان کا معمول تھا۔ (نسیم احمد فریدی)

افسوس ہے کہ فریدی صاحب نے مولوی شمس الدین صاحب مرحوم کے حالات بہت مختصر لکھے حالاں کہ وہ اپنی عجیب و غریب زندگی کے اعتبار سے ایک نمایاں شخصیت کے مالک تھے، جذب کی پوری کیفیت کے ساتھ ان کی نماز کی پابندی اور شعائر دین کا احترام مثالی تھا۔ مجذوب صاحب کو دیوبند کے تمام بزرگوں، حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی، مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ، حضرت مولانا مدنی، مولانا محمد طیب صاحب وغیرہم سے لے کر ہم خاک نشینوں تک سے ایک دلی تعلق تھا، اسی تعلق کے ماتحت وہ سال بھر میں کئی چکر جذب و دیوانگی کے ساتھ دار العلوم دیوبند اور دیوبند کے لگایا کرتے تھے۔ حافظ شیرازیؒ کے سیکڑوں اشعار انہیں یاد تھے، خصوصاً حافظ کی غزل تو اکثر ان کی زبان پر رہتی تھی، شور و مستی کے عالم میں چیختے چلاتے یہ غزل پڑھتے، کبھی دار العلوم کے اس دفتر میں آنکلتے اور کبھی اس کمرہ میں جا بیٹھتے۔ راقم الحروف اور مولانا محمد طاہر صاحب مرحوم کے فرزند قاری محمد زاہر قاسمی کا بچپن تھا، ہم دونوں مجذوب صاحب کے لئے دام غلام تھے، کبھی میں اُنہیں اپنے گھر لے جاتا اور کھلانے پلانے سے لے کر نہلانے دُھلانے تک کی خدمت انجام دیتا اور کبھی زاہر لے اڑتے۔ ہم اپنے بچپن میں عام طور پر ان کے متعلق سنا کرتے تھے کہ دار العلوم میں جب کوئی بڑا تغیر و تبدل ہوتا ہے تو مولوی شمس الدین ضرور دیوبند پہنچ جاتے ہیں، ان کی دسیوں کرامتیں خود میرے مشاہدہ میں ہیں۔ زاہر قاسمی نے محض بچپن کی شوخی سے ایک دفعہ ان پر اصرار شرع کیا کہ میری ملازمت کے لئے دعا کرو، کئی دن تک ان کا پیچھا کیا، آخر ایک دن جب ہم سب بچے مولانا محمد طیب صاحب مدظلہٗ کے مردانے میں انہیں گھیرے ہوئے تھے انہیں مخصوص لب ولہجہ میں زاہر سے کہا کہ ”میں نے تیرے لئے دعا کی ہے اور تیری آواز ساری دنیا میں پہنچ گئی ہے۔“ اُس وقت سان گمان بھی نہ تھا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں اور سچ یہ ہے کہ زاہر کی عمر بھی ایسی نہ تھی کہ وہ ملازمت کے جھمیلوں میں ڈالے جاتے، لیکن چند ہی دن بعد دہلی کے ریڈیو اسٹیشن نے ایک معقول مشاہرہ پر زاہر صاحب کو قرآن مجید سنانے کے لئے ملازمت کی پیشکش کی جہاں وہ تقسیم سے پہلے تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے اور اب بھی پاکستان ریڈیو کراچی کے مستقل قاری ہیں۔ زاہر نے پہلے دن جب دہلی اسٹیشن سے قرآن پڑھا تو ہم سب دوستوں نے مولانا محمد طیب صاحب کے دولت کدہ میں ریڈیو پر ان کا قرآن سنا۔ زاہر رکوع ختم کررہے تھے تو مجھے چند ہفتہ پہلے کی بات یاد آئی کہ مولوی شمس الدین صاحب نے کہا تھا کہ تیری آواز ساری دنیا میں پہنچ گئی ہے۔ یہ اُن ہی کی دعا کا نتیجہ ہے۔ شاید ۱۹۳۹ء کے شرع کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ مغرت فرمائیں، مولوی صاحب مرحوم عجیب باغ و بہار آدمی تھے، ان کی دیوانگی پر ہزاروں فرزانگیوں کو قربان کیا جاسکتا تھا۔ (فقیر)

صاحب کے ہمراہ بغیر اطلاع اور بغیر مکان سے خرچ لئے حضرت قاسم العلومؒ کی خدمت بابرکت میں میرٹھ چلے گئے، جو رقم بطور جیب خرچ پاس تھی، بس وہی تھی۔ آپ کے نانا کو بے اطلاع اور بے سروسامانی کے ساتھ چلے جانے کا بڑا اقلق تھا۔ باربار فرماتے تھے کہ بلاخرچ لئے خدا جانے کہاں چلے گئے؟ کئی آدمی مختلف اطراف میں دوڑائے گئے۔

احتیاطاً مولوی محبوب علی صاحب کے ذریعے حضرت قاسم العلومؒ کی خدمت میں ایک عریضہ میرٹھ کو اس مضمون کا لکھوایا گیا کہ دولڑکے محمد صدیق اور شمس الدین آپ کی خدمت میں پہنچیں تو فوراً مطلع فرمایئے۔ یہ لڑکے مرادآباد سے بلا اطلاع چلے گئے ہی۔ یہ خط ۲۶/ جمادی الثانی ۱۲۸۵ھ کو میرٹھ روانہ کیا گیا۔ اس زمانے میں حضرت نانوتویؒ میرٹھ میں مقیم تھے۔

اِدھر یہ خط پہنچا اُدھر یہ دونوں پہنچے۔ حضرت مولانا قدس سرہ نے ان دونوں کو دیکھ کر مولانا حکیم محمد صدیق صاحب کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ تمہارا نام محمد صدیق ہے اور آپ کے بھائی کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا تمہارا نام شمس الدین ہے۔ مولوی شمس الدین نے عرض کیا کہ یہ تو حضرت والا کی کھلی کرامت ہے کہ ہم دونوں کے نام بتلا رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کرامت کہاں سے آئی؟ دیکھو یہ خط آیا ہوا رکھا ہے، دونوں کے نام اس میں لکھے ہوئے ہیں۔ مولانا محمد صدیق صاحبؒ اس واقعہ کو بیان کرکے فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اُس وقت ادباً کچھ عرض نہیں ورنہ کرامت پھر بھی تھی کیوں کہ اُس خط میں علامات وتعینات کے ساتھ یہ کب تحریر تھا کہ فلاں کا نام محمد صدیق ہے اور فلاں کا شمس الدین۔

حضرت مولانا نانوتویؒ نے ان کے میرٹھ میں موجود ہونے کی اطلاع مرادآباد بھیجی اور ان دونوں سے بھی خط لکھوا کر بھجوادیا۔ کچھ دنوں بعد یہ دونوں مرادآباد بلالئے گئے۔

دیوبند روانہ ہونا

آپ کچھ عرصے بعد دیوبند روانہ ہوئے، یہاں تھوڑے عرصہ تعلیم حاصل کرنے پائے تھے کہ مکان پر پھر بلالیا گیا۔ دیوبند میں جن اساتذہ سے آپ نے تعلیم حاصل کی اُن میں مولانا فتح محمد صاحب متعلم جماعت اول دارالعلوم بھی تھے، آپ کے مرادآباد جانے پر مولانا فتح محمد صاحب بھی مرادآباد آگئے۔ آپ کے مکان پر ہی رہے اور آپ کو پڑھاتے رہے، وہ یہاں پر خود حضرت مولانا عالم علی صاحب نگینوی ثم مرادآبادی سے علم حدیث پڑھتے تھے۔

دوبارہ میرٹھ کو روانگی

۶؍ربیع الاول ۱۲۸۹ھ (۱۵؍مئی ۱۸۷۳ء) چہارشنبہ کے دن مرادآباد سے میرٹھ کو روانہ ہوئے اور حضرت قاسم العلوم قدس سرہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر بیعت کی درخواست کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس قابل کہاں؟ آپ فلاں فلاں بزرگوں میں سے کسی سے بیعت ہوجائیں۔ ان میں سے ایک نام مولانا شیخ محمد صاحب تھانویؒ کا بھی تھا۔ حکیم صاحب نے ہر بار یہی عرض کیا کہ میں تو حضرت ہی سے بیعت ہوں گیا۔ حضرت والا مرتبتؒ نے آخر میں فرمایا کہ آپ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ سے بیعت ہوجائیں۔ آپ نے پھر عرض کیا کہ میں تو آپ سے ہی بیعت ہوں گا، اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اُن کا (مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا) تو میں بھی معتقد ہوں۔ حکیم صاحب نے عرض کہا کہ حضرت والا کے اعتقاد سے مجھے کیا۔ مجھے تو اپنا اعتقاد کارآمد ہوگا۔ آٹھ روز تک حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت نہیں کیا، برابر ٹالتے رہے اور یہ بھی جمے رہے۔ آخر میں حضرت قدس سرہ نے ازراہِ انکساری فرمایا کہ ''یہ شیطان کا دھوکہ ہے کہ جب وہ کسی ہونہار کو دیکھتا ہے اور کچھ نہیں بن آتا، تو ایسی جگہ پھنسا دیتا ہے کہ جسے کچھ نہ آتا ہو۔'' غرض بڑی سفارشوں سے بہ مشکل تمام ۱۴؍ربیع الاول ۱۲۸۹ھ (۲۳؍مئی ۱۸۷۳ء) کو بیعت فرمالیا۔ وہاں رہ کر آپ تحصیلِ علوم بھی کرتے رہے اور ذکر و شغل میں بھی مشغول رہتے تھے۔ اُسی زمانے میں حضرت مولانا سید احمد حسن امروہیؒ نے اپنے استاذ معظم حضرت قاسم العلومؒ سے عرض کیا کہ ان کو میرے سپرد کردیجئے۔ حضرتؒ نے فرمایا: اچھی بات ہے۔ چنانچہ حکیم صاحب کو حکم فرمایا کہ ''میر صاحبؒ کے ہمراہ خورجہ چلے جاؤ''، حضرت محدث امروہیؒ اس وقت مدرسہ خورجہ میں صدر مدرس تھے۔

اگرچہ حکیم صاحبؒ کا دل تو یہی چاہتا تھا کہ حضرت پیر و مرشد کی خدمت بابرکت میں رہیں اور انہیں سے پڑھیں مگر پیر و مرشد کے حکم کی تعمیل بھی ضروری تھی۔ حسب الحکم حضرت محدث امروہیؒ کے پاس خورجہ چلے گئے، وہاں پڑھتے بھی تھے اور ذکر و شغل بھی جاری تھا۔ جو حالات ہوتے وہ مرشد کی خدمت میں تحریر کرتے رہتے تھے۔ ایک بار عرضِ حال سن کر مرشد نے حکم دیا کہ اب ذکر و شغل بالکل ترک کردو اور ساتھ ہی ساتھ ایک خاص توجہ بھی حکیم صاحب کی طرف مبذول فرمائی۔ اُس وقت حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام دہلی میں تھا۔

خورجہ میں جس مکان میں حکیم صاحبؒ رہتے تھے بالکل تنہا تھا۔ حضرت پیر و مرشد کی توجہ کا ایک خاص اثر قلم پر تھا، مدرسہ کی تعطیل تھی، بے چین اور سوز و گداز والی طبیعت کہاں مانتی تھی، بجائے ''ترک ذکر'' کے بے اختیاری کے ساتھ دن رات ذکر کا مشغلہ جاری رہا۔ اتفاق سے آپ کے پیر بھائی اور آپ کے باطنی

کمالات کے رازدار حاجی امیر شاہ خاں صاحب مرحوم بھی کہیں باہر چلے گئے، آپ کی حالت استغراق کی ہوگئی۔ یہ ایک خاص کیفیت تھی جس کی اطلاع مرشد کامل کو ہونی چاہئے تھی یا خود ان کو پیر و مرشد کی خدمت میں دہلی بھیجا جاتا لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ آپ نے اس حالت میں پیر و مرشدی کے پاس جانے کو کہا بھی، لیکن کسی نے خیال نہیں کیا اور بجائے دہلی کے مرادآباد مکان پر بھیج دیا گیا۔

۶/ربیع الاول ۱۲۹۳ھ کو اسی استغراقی حالت میں خورجہ سے مرادآباد گئے، یہاں احباء اور اطباء کا یہ خیال ہوا کہ مرض جنوں لاحق ہوگیا ہے اور اسی مرض کا علاج شروع کردیا گیا جو بالکل منافی تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حالت بدستور رہی اور مبردات کے ساتھ علاج ہونے اور سر پر مُشکیں چھڑوانے سے آنکھیں آشوب کر آئیں اور بالآخر اسی میں آنکھیں جاتی رہیں۔ چھ ماہ کے بعد پیر و مرشد کو اس حال کی اطلاع ہوئی، بہت افسوس کیا اور یوں فرمایا کہ ''ہمیں کسی نے خبر تک نہ کی۔'' اُدھر پیر و مرشد کا مطلع ہونا اور ادھر حکیم صاحبؒ کا ہوش میں آنا، طبیعت تو اچھی ہوگئی لیکن آنکھیں جاچکی تھیں۔ آنکھوں کے متعلق پیر و مرشد نے یوں فرمایا: ''دو آنکھوں کے عوض جنت بہت سستی ہے۔''

ایک دوسرے موقع پر مولانا محمد فاروقؒ نے حضرت نانوتویؒ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ حضرت نے ایک بار فرمایا کہ ''دو آنکھوں کے عوض جنت بہت ارزاں ہے، اس لئے کہ جنت محل دیدار خداوندی ہے۔'' آپ کو اس ارشاد کے بعد اپنی نابینائی پر بڑا ناز تھا۔ اپنے کلام فارسی میں مختلف طریقے سے اس کی طرف اشارہ بھی فرمایا ہے۔ ایک شعر میں لکھتے ہیں:

بر کوریٔ ایں چشم بنازم کہ الیٰ حشر ۞ جز بر رخِ زیبائے تو بینائی شدنی نیست

ایک اور شعر میں فرماتے ہیں اور کس انداز سے فرماتے ہیں:

گر نہ نگرد جمال، رخِ دل فروزِ تو ۞ صدیق را بہ دیدۂ بینا چہ حاجت است

دربارِ نانوتویؒ سے خلافت

حضرت نانوتوی قدس سرہ بیعت ہی بہت کم کرتے تھے چہ جائے کہ کسی کو اپنے خدام میں مجاز بیعت بنائیں۔ مگر حکیم صاحبؒ کے حالاتِ محمودہ دیکھتے ہوئے ان الفاظ میں اجازت مرحمت فرمائی: ''حضرت حاجی صاحبؒ کی طرف سے آپ کو بیعت کرنے کی اجازت ہے۔''

حضرت نانوتویؒ مرادآباد کے جس کسی شخص کو بیعت فرماتے تو خاص طور پر فرمادیا کرتے تھے کہ ''تم کو ذکر و شغل کی تعلیم مولوی محمد صدیق کریں گے۔''

حضرت نانوتویؒ کی ایک کرامت

ایک بار حضرت نانوتویؒ امروہہ تشریف لائے۔ حکیم صاحبؒ پیادہ پا مرآد باد سے حاضر خدمت ہوئے، شب میں جب کہ کوئی نہ تھا۔ حضرتؒ نے دریافت فرمایا کہ (پیدل آنے میں) تھکے تو نہیں؟ عرض کیا، بالکل نہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا: ''تم کا ہے کو تھکتے'' اور یہ شعر زبان مبارک سے پڑھا:

ہر چند پیر خستہ دل و ناتواں شدم ۞ ہر گہ کہ نام یار(۱) شنیدم جواں شدم

دوسرے روز صبح کو ارشاد فرمایا کہ اچھا (اب) جاؤ (حضرتؒ کو یہ خیال تھا کہ کثرت مہمانان میزبان پر بار نہ ہونے پائے) ایک صاحب نے اس موقع پر عرض کیا کہ حضرت ابر ہو رہا ہے، بارش کا اندیشہ ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ ''ہم تو آٹھ آٹھ کوس تک بھیگے ہیں۔'' مولانا محمد فاروق صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ والد ماجد صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب مراد آباد ٹھیک آٹھ کوس رہ گیا تو بارش شروع ہوگئی اور پورے آٹھ کوس جس طرح حضرتؒ نے ارشاد فرمایا مجھ کو بھیگنا پڑا۔

مولانا محمد صدیقؒ کے نام قاسم العلوم کے مکتوب

غیر مطبوعہ مکتوبات کے علاوہ ''لطائف قاسمیہ'' میں دو مکتوب مولانا حکیم محمد صدیق صاحب کے نام سے گزرے، لطائف قاسمیہ کا مکتوب اول آپ ہی کے نام ہے جس میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت جامع اور مختصر الفاظ میں مدلل طریقے پر ثابت فرمایا ہے، اس کی چند تمہیدی سطریں یہ ہیں۔

''سراپا عنایت۔ السلام علیکم! کل جو آپ کا عنایت نامہ پہنچا کیفیت مندرجہ کو دیکھ کر طبیعت بہت گھبرائی، ہنوز اور تحریروں سے چنداں فراغت نہ ہوئی تھی کہ ایک اور سر پر آن پڑی، تس پر مفصل لکھوں تو کہاں تک لکھوں، یہ بحث ایک دریائے ناپیدا کنار ہے اور اختصار کیجئے تو کہاں تک، دریا کو کوزے میں لانا دشوار۔ اس لئے فقط عقیدۂ دل سے آگاہ کئے دیتا ہوں۔ اس ضمن میں کسی دلیل یا مثال کی طرف بھی اشارہ ہو جائے تو ہو جاؤ، میں انبیاء کرام کو انہیں اجسام دنیاوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں۔'' الخ

دوسرا مکتوب فضیلت علم کے بیان میں ہے۔ یہ ''لطائف قاسمیہ'' کا مکتوب چہارم ہے۔ فارسی زبان میں ہے، اس کا ترجمہ اردو ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ (جاری)

۞......۞......۞

---

(۱) غالباً الفاظ کا یہ تصرف حکیم صاحب کی نابینائی کی رعایت سے فرمایا ورنہ مصرعہ ثانی یوں مشہور ہے، ع: ہر گہ نظر ہوئی تو کردم جواں شدم'' (فریدی)

قسط (۲۹)

علم کلام جدید

تعارف، مسائل اور مباحث: اصولِ نانوتوی کی روشنی میں

حکیم فخرالاسلام ❖

مقصود حاصل ہو، تو چیز کامل، ورنہ ناقص: چند مثالیں

۱- مثلاً: بسولے سے اصل مقصود لکڑی کا تراشنا ہے۔ سو، اِس بات میں اگر وہ اچھا ہے، تو اچھا ہے اور اگر اُس کا لوہا نرم ہو اور اُس کی آب [دھار، کاٹ] تیز نہ ہو، یا اُس کا خَم [جھکاؤ] اور چوڑاؤ جیسا چاہیے، ویسا نہ ہو، تو اُس بسولے کو ناقص کہنے لگتے ہیں۔(۱) اگر چہ اُس سے مُوگری [کوٹنے کا آلہ] اور ہتھوڑی اور لٹھ کا کام بہ خوبی نکل سکتا ہو۔''

۲- ''گھوڑے پر- اگر چہ مثل گدھے کے گون [بار برداری کا تھیلا] لاد سکتے ہیں اور مثل گائے، بکری کے اُس کو ذبح کر کے کھا سکتے ہیں اور اُس کا دودھ پی سکتے ہیں- پر اِن چیزوں کے ہونے نہ ہونے پر کچھ اُس کی بھلائی اور برائی اور کمال ونقصان موقوف نہیں۔ جس چیز پر اُس کی خوبی اور برائی منحصر ہے، وہ اُس کی رفتار ہے۔ اگر اُس میں اچھا ہے، تو اچھا ہے اور اُس میں بُرا ہے، تو بُرا ہے، دودھ کی زیادتی اور گوشت کی فربہی اور بوجھ اُٹھانے کو کوئی نہیں دیکھتا۔ ۳- اِسی طرح گائے بھینس سے مقصودِ اعظم دودھ ہے۔ اُن کی تیز رفتاری اور قدم بازی اور بارکشی پر کسی کو نظر نہیں [ہوتی]۔ ۴- گلاب کی خوش بو اور رنگ پر مدارِ کار ہے، ذائقے سے کچھ غرض نہیں۔ ۵- اور آنب [آم] کے ذائقے سے سروکار ہے، رنگ اور خوش بو سے چنداں مطلب نہیں۔ ۶- کتاب کو انسان گو تکیہ بنا سکتا ہے، پر غرض اصلی پڑھنا ہے۔ ۷- کپڑوں کو جلا کر روٹی پکا سکتے ہیں، لیکن اصل مطلب پہننا ہے۔ القصہ، ہر چیز سے ایک مقصودِ اہم اور مطلبِ اعظم ہے کہ اُس پر اُس کی بھلائی برائی منحصر ہے۔ اِسی طرح انسان کو بھی سمجھیے۔

❖ فاضل درسیات، بی یو ایم ایس علی گڑھ۔ ایم ڈی یونانی جامعہ ہمدرد، دہلی

(۱) تقریر دل پذیر ص ۱۳۸

انسان کا مطلوب اعظم: نفع کے کام کرنا نقصان سے بچنا

انسان کا بھی مطلوبِ اعظم اور مقصود اصلی یہی نفع کے کام کرنا اور نقصان سے بچنا ہے۔
دور حاضر کے مفکروں نے تمدنی فکری منہج میں اِس اصول کو آفاقی معیار کے طور پر تسلیم کیا ہے۔
جدید دور کا مقبول ترین فلسفۂ اِفادیت اِسی پر مبنی ہے؛ لیکن اِس فلسفہ کے مؤسس جرمی بینتھم [JeremyBentham ۱۷۴۸ تا ۱۸۳۲ء] نے ''اِفادیت'' [Utilitarianism] کی تشریح میں غلطی کھائی ہے۔ گزشتہ صفحات میں اِس پر تفصیل سے گفتگو ہو چکی ہے۔

۹-انسان کے اجزائے ترکیبی

جب انسان کا مطلوب اعظم؛ نفع کے کام کرنا نقصان سے بچنا ٹھہرا، تو منفعت وافادیت کے اصول کی وضاحت کیلئے پہلے خود انسان کی تجزیاتی توضیح ضروری ہے، نیز انسان کے اجزائے ترکیبی، یعنی الگ الگ جزو کے کلی منافع کے بیان میں یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ انسانی ساخت کا تجزیہ وتحقیق محض جسمی اور سالماتی بنیادوں [Molecular level] پر نہ ہو؛ بلکہ انسانی وجود کی جسمی حیثیت کے ساتھ مابعد الجسمی [Metasubstantial] اور مابعد الطبیعاتی [Metaphysical] حقیقت بھی زیرِ بحث لائی جائے۔

انسان کے اجزائے خمسہ

اجزائے انسان کی اِسی حقیقت کو الامام محمد قاسم نانوتویؒ نے کتاب ''تقریر دل پذیر'' میں بڑی خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: ''فہم نارسا میں اِس کم فہم کے یوں آتا ہے کہ انسان ایک معجونِ مرکب ہے، کہ چند مفردات سے اِسے ترکیب دے کر بنایا ہے:
۱-اول، تو عقل جو سب میں جزو اعظم ہے۔ ۲-دوسرے، شوق یا خوف۔ ۳-تیسرے، ارادہ اور اختیار۔ ۴-چوتھے، قدرت اور طاقت۔ ۵-پانچویں، یہ [اعضاء]: ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک وغیرہ۔
[اِن پانچ مفرد اجزاء سے انسان مرکب ہے] کوئی ایسا فرد بشر نہیں کہ جس میں یہ پانچ باتیں نہ ہوں۔ ہاں، کمی زیادتی کا فرق ہوتا ہے [کسی میں عقل زیادہ ہے، کسی میں نسبتاً کم، کسی میں شوق زیادہ ہے، خوف کم، کسی میں اس کے برعکس، کسی میں ارادہ قوی ہے کسی میں سست، کسی میں قدرت زیادہ ہے، کسی میں کم] اور اگر کسی میں [یہ پانچ باتیں] نہ ہوں، تو وہ انسان نہیں، تصویرِ انسان ہے۔''

نقد و نظر

تعارف وتبصرہ

تبصرہ نگار: مولانا محمد اظہار الحق قاسمی ❖

نام کتاب : جامع خلاصۃ القرآن: رکوع بہ رکوع

مؤلف: مولانا بدرالاسلام قاسمی

صفحات: ۵۸۲

ناشر: مکتبہ النور، دیوبند

قرآن کریم حق تعالیٰ کا ایسا لاثانی ولازوال کلام معجز ہے جو دنیائے انسانیت کی حقیقی کامیابی کا منشور اور قیامت تک پیش آنے والے تمام مسائل کے حل کی شاہ کلید ہے۔

بعثت نبوی ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کے نازل ہوتے ہی عرب دنیا میں گویا آتش فشاں پھٹ پڑا تھا، سمندر میں طوفانی لہریں لہرانے لگی تھیں۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک گویا بھونچال آ گیا تھا، عرب جیسی وحشی قوم چند ہی سالوں میں ایک متمدن اور مہذب قوم بن گئی۔ وہ قوم جو کبھی انسانی حقوق سے بھی محروم تھی؛ قرآن کے نور سے ایسی روشن ہوئی کہ دُنیا میں حق وصداقت کی ترجماں بَن گئی۔ وہ اپنی وحشیانہ زندگی میں پرسکون تھے، مگر اب سماب پا بن گئے، زنگ آلود قلوب صیقل ہوئے اور ان میں اضطراب آ گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے کردار کی تخلیق وتشکیل نبی علیہ السلام کی تربیت ہی کی رہین منت ہے، مگر اس انقلاب کا ذریعہ یہی قرآن کریم ہے، جس کے آفتاب ہدایت سے ان کی مردہ رگوں میں شعائیں روشن ہوئیں اور ان کے چٹانوں جیسے سخت دلوں میں گداز پیدا ہوئی۔ اس کا معجز نما اسلوب ان کے دلوں میں سرایت کر گیا۔ اس کے آتشیں لب ولہجہ نے ان کے رگ وپے میں جذبات کی بجلیاں بھر دیں، جس کے نتیجہ میں وہ اس حیات بخش پیغام کو لے کر کرۂ ارض کے ایک سرے سے لے کر دوسرے تک پہونچے تو قوموں میں انقلاب برپا ہوگیا، ان کے تگ وتاز میں صحراء وسمندر کی وسعتیں بھی حائل نہ ہوسکیں۔ اور پھر

❖ استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

اسی کی ہدایت میں مسافتیں مسخر ہوئیں اوراسی کی رہبری میں خَلا کی تسخیر ہوئی،لیکن جب اس قوم نے حرارت عمل کے اس سرچشمہ سے دوری بنائی۔ کامیابی کی کلیداس کتاب ہدایت سے جب اس امت نے اپنا رشتہ توڑا تو حرمان وخسران اس قوم کا مقدر ہوئی۔جس کے نتیجہ میں ہرطرف ناکامی ونامرادی کے مظاہر کھلی آنکھوں نظر آنے لگے۔حالانکہ اس مرض کا علاج آج بھی وہی ہے جس سے کئی قرن پہلے عرب کی مردہ قوم نے شفاء پائی تھی،اسی لئے امام مالکؒ نے فرمایا تھا کہ: **لایصلح آخر هذه الامة الا بماصلح به اولها.**

آج بھی تمام فتوحات کا سرچشمہ یہی قرآن مقدس ہے،اس لئے ضرورت ہیکہ آج بھی اس پیغام ہدایت کوحرز جاں بنایا جائے تاکہ اپنی زندگی کواس نقش ہدایت کے سانچے میں ڈھال کر دنیوی واخروی فوز وفلاح کوحاصل کیا جاسکے۔اسی فکرواحساس اوراسی جذبہ کے زیراثر قرآن کریم سے امت مسلمہ کے تجدید تعلق کی غرض سے برادرمکرم استاذ زادۂ محترم جناب مولانا بدرالاسلام صاحب قاسمی (استاذ جامعہ امام محمد انورشاہ دیوبند) نے ’’جامع خلاصۃ القرآن: رکوع بہ رکوع‘‘ کے نام سے ایک انوکھی قرآنی خدمت انجام دی ہے، یہ کاوش چند ماہ قبل منظرعام پرآ گئی تھی بلکہ بہ تسلسل ہجوم کارنے اس کتاب پر باضابطہ تبصرے کی گنجائش نہیں رکھی تھی۔گذشتہ دنوں جب ’’جامع خلاصہ قرآن‘‘ مطالعہ کی میز پر پہنچی تو اندازہ ہوا کہ موجودہ دین بیزاری بلکہ بے دینی اورالحادزدہ دورمیں عوامی ذہن کوآسان،سہل اورمختصرانداز میں قرآنی مطالب ومفاہیم اورناگزیراحکامات ومسائل سے قریب کرنے اورقرآنی تعلیمات کومختصروقت میں زیادہ لوگوں تک پہونچانے اوراس کے پیغام کوعام کرنے کے لئے یہ ایک بے حدمفیدومعاون کاوش ہے۔مؤلف محترم نے اپنے ایک یوٹیوب چینل پرعوامی وعمومی ضرورت کوسامنے رکھتے ہوئے درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا تھا، جسے انہوں نے مرتب انداز میں اہتمام کے ساتھ جامع ’’خلاصہ قرآن رکوع بہ رکوع‘‘ کے نام سے شائع کیا ہے۔نام سے ہی منہج بھی ظاہر ہے، بیان خلاصہ میں رکوع کی ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے۔اورعموما رکوع کی تکمیل کے ساتھ متعلقہ مضمون بھی مکمل ہوجاتا ہے بایں معنی تحریرخلاصہ میں یہ ترتیب اقرب الی الفہم بھی ہے، رکوع کی ابتدائی ایک یادوآیت ذکرکرکے اس رکوع کا خلاصہ اور ماحصل بیان کردیا گیاہے۔کتاب کے آغاز میں حضرت مولانامفتی محمدتقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کے معارف القرآن کے لئے لکھے گئے مقدمہ کوتلخیص کے ساتھ ’’علوم قرآن اورعلم تفسیر سے متعلق ضروری معلومات‘‘ کے عنوان سے شامل کیا گیا ہے۔جو یقیناً علوم القرآن کے موضوع پرایک زریں اورثمریاب تحریرہے۔تفصیلی تفسیر کے متمنی لوگوں کے لئے علمائے دیوبندکی دس مستندتفاسیر کا تعارف بھی پیش کیا گیاہے تاکہ مستندتفاسیرتک رسائی سہل ہوسکے۔ہرسورت کے آغاز میں اس سورت کا تعارف اوراس کا اجمالی مطالعہ حضرت مولانامفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی ہی توضیح القرآن سے ماخوذ ہے۔دوران تفسیر جہاں امم سابقہ کا تذکرہ آتا ہے وہاں پربھی اختصار کے ساتھ اس امت اوراس میں مبعوث کئے جانے والے نبی کا جامع تعارف کرایا گیاہے۔قرآن کریم کی کسی آیت میں

اگر کوئی فقہی یا معاشرتی مسئلہ مذکور ہو تو مؤلف محترم اسے بھی حوالہ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، حسب ضرورت وحسب مصلحت بعض جگہ فقہی مسائل اختصار کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں جبکہ بعض جگہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں: مثلاً سورہ بقرہ کے رکوع ۲۹ کے ذیل میں قرآنی آیت **الطلاق مرتٰن ، فامساک بمعروف اوتسریح باحسان** کے ضمن میں طلاق کی جملہ اقسام اوران کے احکامات ومسائل کی وضاحت کے ساتھ نیز خلع وغیرہ کے مسائل بھی باحوالہ مذکور ہیں، وہیں سورہ نساء کے رکوع ۱۵ کے ضمن میں مسائل سفر وقصر انتہائی جامع اور دلکش اسلوب میں بیان کئے گئے ہیں۔ جب سورۂ نساء کے رکوع ۲ میں مسئلہ میراث کا بیان آتا ہے تو ترکہ اور ورثاء کے جملہ احکامات اختصار اور حوالہ کے ساتھ بیان کرتے ہوئے ورثاء کی مختلف تعداد کے پیش نظر مستند دارالافتاء سے رجوع کرنے کا مشورہ بھی دیتے نظر آتے ہیں، سورہ نحل کے رکوع ۱۶ کے ضمن میں دعوت وتبلیغ کے بیان کئے گئے آداب اوراس کی شقیں بھی خوب ہیں۔ آیات کے ضمن میں معاشرتی پہلو کا بیان بھی ہے، جیسا کہ سورۂ احزاب کے ساتویں رکوع کے ضمن میں مہمانی کے آداب کا دلچسپ بیان ہے۔ لیکن مجموعی طور پر معاشرتی مسائل اور معاشرتی حقوق وآداب کو مزید وا کرنے کی ضرورت تھی، اس جانب مؤلف محترم کی توجہ کم نظر آتی ہے۔ شرعی مسائل کے علاوہ بیان تلخیص میں مجموعی طور پر دعوتی اور اصلاحی اسلوب غالب نظر آتا ہے۔ لیکن اگر اصلاحی پہلو کے ساتھ عقائد وایمانیات کے بنیادی مسائل جن سے عدم واقفیت موجودہ عہد میں بے دینی کی دہلیز تک پہونچا رہا ہے، غیر معمولی اہتمام کے ساتھ بیان کئے جاتے تو یقینی طور پر اس کی افادیت مزید دو چند ہوتی۔ یہ خلاصہ ویسے تو تمام ہی افراد کے لئے نہایت مفید ہے لیکن بالخصوص وہ حضرات جو عموماً مساجد میں درس قرآن کا اہتمام کرتے ہیں یا وہ حفاظ جو عموماً رمضان میں تراویح کے بعد خلاصۂ مضامین بیان کرتے ہیں، ان کے لئے یہ کتاب انتہائی مفید و معاون ہوگی۔ اس کے مطالعہ سے مضامین قرآن مربوط انداز میں مستحضر رہیں گے۔ جس کی بناء پر ان مضامین کا سامعین تک منتقل کرنا سہل ہوگا۔ عوام اور خصوصا گھر کی خواتین اگر کم ازکم ایک رکوع کی تلخیص کا یومیہ مطالعہ یا گھر کی دیگر خواتین اور بچیوں کے درمیان پڑھ کر سنانے کا معمول بنالیں تو یقین جانئے کہ یہ عمل ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کا ضامن بن جائے گا۔

مجموعی طور پر اس خلاصۃ القرآن کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہیکہ مؤلف کا احساس ہیکہ جب دنیائے انسانیت کی نجات وفلاح قرآن سے وابستہ ہے، اور جب یہ قرآن ہمہ گیر مثالی انقلاب کا ضامن ہے تو آج اس انقلاب کی راہ میں رکاوٹ کیوں ہے؟ آج بھی اگر اہل ایمان چشم بصیرت، خلوص نیت اور عزم بالجزم کے ساتھ اس کے مطلوبہ لوازم بروئے کار لاتے ہوئے عامل بالقرآن ہو جائیں تو قرآنی فیوض وبرکات اسے اپنے جلو میں لے لیں گی۔ اور یہیں سے ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کا آغاز ہوگا۔

احوال وکوائف

امتحان ششماہی کا انعقاد اور تعطیل ششماہی

گذشتہ دنوں دارالعلوم وقف دیوبند میں جاری امتحان ششماہی پرسکون ماحول میں تکمیل کے مرحلے کو پہنچے۔ مورخہ ۲۱/ربیع الاول ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۵/ستمبر ۲۰۲۴ء کو درجہ اعدادیہ، عربی اول، عربی دوم، شعبہ تجوید وحفظ وغیرہ کے طلبہ کا تقریری امتحان لیا گیا، جس میں طلبہ نے اپنی حسن کارکردگی اور تعلیمی لیاقت کا بھرپور مظاہرہ کیا، حضرات ممتحن نے طلبہ کی استعداد پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے توصیفی کلمات رقم فرمائے۔ جبکہ مورخہ ۸/تا ۲۱/ربیع الاول ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۲/تا ۲۵/ستمبر ۲۰۲۴ء تحریری امتحان کا انعقاد کیا گیا، جملہ امتحانات پرسکون ماحول میں بہ اطمینان انجام پائے، بہ سہولت امتحان کے انعقاد کے لئے منجانب ادارہ جملہ معیاری انتظامات کئے گئے۔ امتحان کی تکمیل کے ساتھ ہی تقریباً ۵ یوم کی طلبہ کو ششماہی رخصت دی گئی، میعاد رخصت کی تکمیل پر تمام طلبہ کا جامعہ واپس لوٹنا لازمی قرار دیا گیا تھا،، جس لئے کہ از ابتداء تا انتہاء تمام جماعت کے طلبہ کا ایک کتاب کا امتحان روک لیا گیا تھا، تاکہ بعد امتحان طلبہ کی بروقت حاضری کو یقینی بنایا جاسکے۔ ان کتابوں کا امتحان تعطیل کے ایام مکمل ہونے کے بعد لیا گیا، جس کے نتیجہ میں تمام طلبہ وقتِ مقررہ پر جامعہ میں حاضر ہوئے۔

تکمیل تعطیل اور آغازِ تعلیم

ششماہی امتحان کے بعد تقریباً ۵/یوم کی تعطیل کی گئی تھی جو مورخہ یکم/اکتوبر ۲۰۲۴ء کو مکمل ہوئی اور تمام طلبہ بروقت جامعہ حاضر ہوئے۔ بعدازاں ہر جماعت کی ایک موقوف شدہ کتاب کا امتحان ہوا اور پھر حسب سابق تمام جماعت میں تعلیم کا آغاز کردیا گیا، بحمد اللہ اس وقت ادارہ میں تعلیم حسب روایت اپنے معمول پر جاری ہے۔

دارالعلوم وقف دیوبند کا تعاون کیسے کریں؟

بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم النانوتوی قدس سرہ نے ادارہ کی ترقی کے لیے جو اصول وضع کئے ہیں ان ہی میں سے ایک یہ ہے کہ دارالعلوم کو توکل علی اللہ اور عوامی چندے سے چلایا جائے اور اس کے لیے خاص طور پر غریب طبقہ کی طرف رجوع کیا جائے۔اس لیے جو اہل خیر حضرات دارالعلوم وقف دیوبند کو اپنے عطیات، زکوٰۃ اور صدقات کی رقوم ارسال کرنا چاہتے ہیں ان سے درخواست ہے کہ:

اپنے حلقوں میں پہنچے ہوئے سفراء کرام (جن کے پاس دارالعلوم وقف دیوبند کا شناختی کارڈ ہو) کو رقومات دے کر رسید حاصل کرلیں۔منی آرڈر، ڈرافٹ یا چیک کے ذریعہ اپنی رقومات براہ راست ارسال کرسکتے ہیں۔وصولیابی کے بعد رسید ارسال کردی جائے گی۔ اگر براہ راست بینک اکاونٹ میں رقم جمع کرتے ہیں تو بذریعہ ای میل مطلع کردیں تاکہ اس کی تصدیق کرکے رسید ارسال کردی جائے۔

نوٹ: دارالعلوم وقف دیوبند کے چندہ دہندگان 80-G کے تحت انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں۔

تمام اکاؤنٹس کی تفصیلات

دارالعلوم وقف دیوبند کے کرنٹ اکاؤنٹس یونین بینک آف انڈیا، ایکسس بینک اور ایچ، ڈی، ایف، سی بینک میں ہیں، جن کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

UNION BANK OF INDIA		
(1) ACCOUNT TITLE	:	DARUL ULOOM WAQF
ACCOUNT NUMBER	:	372901010014039
BANK	:	UNION BANK OF INDIA (DEOBAND BR)
SWIFT CODE	:	UBININ BBMRT
IFSC CODE	:	537292
AXIS BANK		
(2) ACCOUNT TITLE	:	DARUL ULOOM WAQF
ACCOUNT NUMBER	:	915010029212886
BANK	:	AXIS BANK (DEOBAND BR)
SWIFT CODE	:	AXISINBB
IFSC CODE	:	UTIB0002426
HDFC BANK		
(3) ACCOUNT TITLE	:	DARUL ULOOM WAQF
ACCOUNT NUMBER	:	50200002786907
BANK	:	HDFC BANK (DEOBAND BR)
SWIFT CODE	:	HDFC INBB
IFSC CODE	:	HDFC0001974

رابطہ کے لیے

Maulana Mohammad Sufyan Qasmi
Mohtamim Darul Uloom Waqf Deoband
Near Eidgah, Darul Uloom Waqf Road
Distt. Saharanpur U.P. INDIA Pin-247554

Ph: +91 8439512767
+91 8439412767
Email: rector@dud.edu.in
Website:www.dud.edu.in

RNI UPURD/2010/32139

**Published, Printed and Edited by Mohammad Sufyan Qasmi
on behalf of Darul Uloom Waqf Deoband
Near Eidgah, Moh. Khanqah, P/o Deoband, Distt. Saharanpur (U.P.) &
Printed at Mukhtar Press, Samreen Printers,
Moh. Barziyaul Haq, Deoband (U.P.)**

RNI UPURD/2010/32139
Postal Regd. No. RNP/SHN/005/2023-25

Vol: 16
Issue: 04
Rabiul Thani - 1446
Oct - 2024

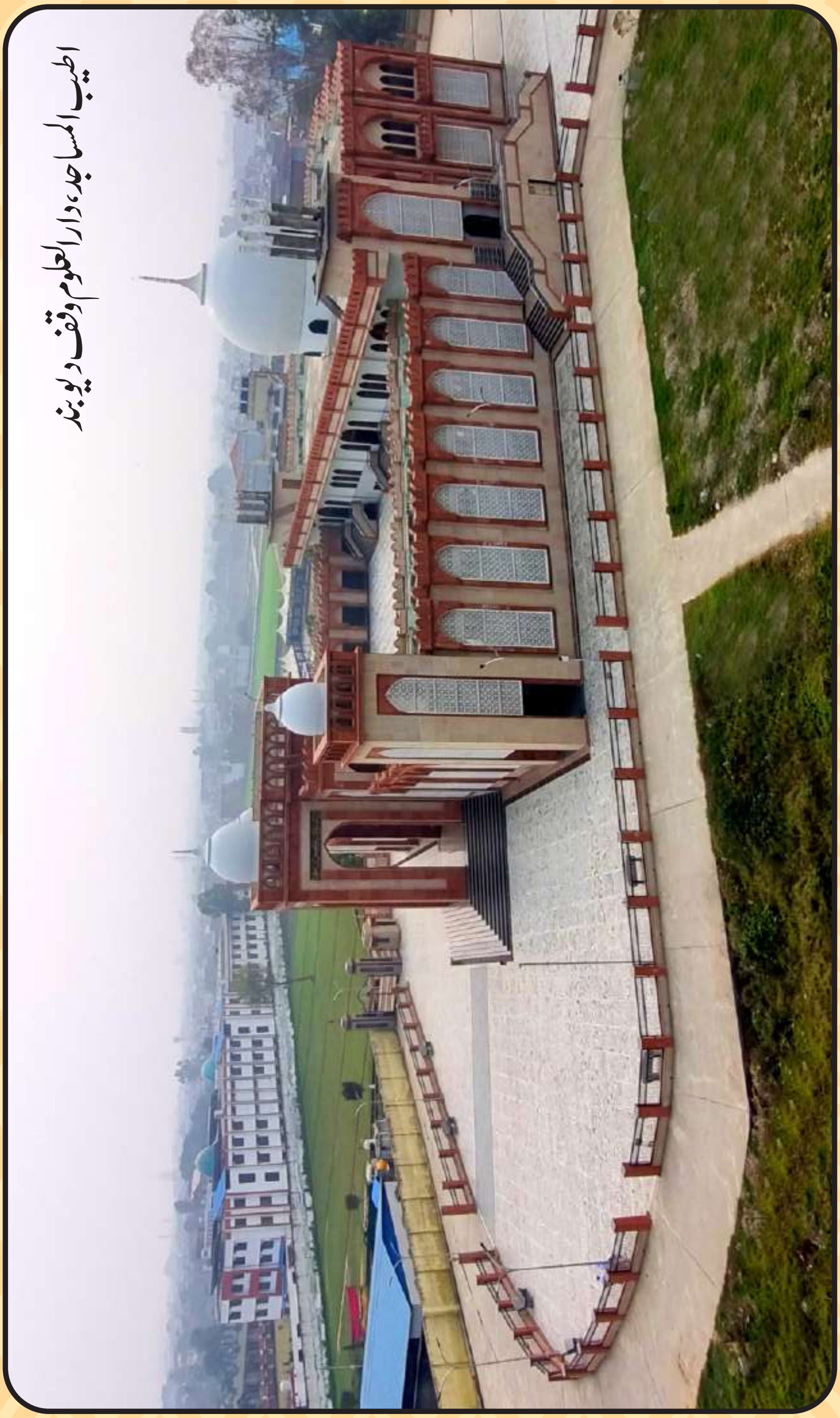

دارالعلوم وقف دیوبند کے چندہ دہندگان ۸۰ جی کے تحت انکم ٹیکس سے مستثنیٰ

आयकर अधिनियम की धारा 80 जी के आधीन कर मुक्त प्रमाण पत्र
न. सी. न. (238)/कर मुक्ति/ आ. आ. मु. नगर/आ. आधि (तफ)/2009–10 / 9603

Exempted u/s 80G
No (238)/TAX EXEMPT/CIT MZN/I.T.O. (TEC) 2009-10/9603